بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

جلد 70

شمارہ 45

ایڈیٹر منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

5 ربیع الثانی 1443 ہجری قمری ● 11 نبوت 1400 ہجری شمسی ● 11 نومبر 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَ کُنۡتُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡہِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ اَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ

(سورۃ المائدہ:118)

ترجمہ: اور مَیں ان پر نگران تھا جب تک مَیں اُن میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی اُن پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 5 نومبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور حقیقت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو صدق دکھایا ہے، اس کی نظیر ملنی مشکل ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بے نظیر صدق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکرؓ کو صدّیق کا خطاب دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ میں کیا کیا کمالات تھے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور حقیقت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو صدق دکھایا ہے، اسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اسے ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے جہاں تک ممکن ہے مجاہدہ کرے اور پھر جہاں تک ہو سکے دعا کرے۔ جب تک ابوبکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر ڈال نہیں لیتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا وہ کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔

ابوبکری فطرت کیا ہے؟

ابوبکری فطرت کیا تھی؟ اس پر مفصل بحث اور کلام کا یہ موقع نہیں، کیونکہ بہت عرصہ اس کے بیان کیلئے درکار ہے۔ مختصر طور پر مَیں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار نبوت فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ایک شخص ان سے ملا۔ اس سے مکہ کے حالات پوچھے اور کہا کہ کوئی تازہ خبر سناؤ۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان سفر سے واپس آتا ہے تو اگر کوئی اہل وطن مل جاوے تو اس سے وطن کے حالات پوچھتا ہے اس نے کہا کہ نئی بات یہ ہے کہ تیرے دوست (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے آپ نے سنتے ہی کہا اگر اس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بے شک وہ سچا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر کس قدر حسن ظن تھا۔ معجزے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی اور حقیقت یہ ہے کہ معجزہ وہ شخص مانگتا ہے جو حالات سے واقف نہ ہو اور جہاں غیریت ہو اور وہ تسلی پانے کیلئے کہتا ہو۔ لیکن جس کو انکار ہی نہیں ہے اس کو معجزہ کی کیا ضرورت۔ غرض حضرت ابوبکر صدیق راستہ ہی میں سن کر ایمان لے آئے اور جب مکہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں درست ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ آپ گواہ رہیں میں آپ کا پہلا مصدق ہوں لیکن یہ صرف قول ہی قول نہ تھا بلکہ اپنے فعل کے ساتھ اس کو مطابق کر کے دکھایا اور ایسا مطابق کیا کہ اخیر دم تک اسے نبھایا اور بعد مرنے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 337، مطبوعہ 2018 قادیان)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

افضل عمل

(1519) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عملوں میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر اسکے بعد کونسا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ فرمایا: وہ حج جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔

حج کی اہمیت

(1521) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کیلئے حج کیا اور پھر شہوانی بات نہ کی اور نہ احکام الٰہی کی نافرمانی کی تو وہ ایسا ہی (پاک ہوکر) لوٹے گا جیسا اس دن (پاک) تھا، جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الحج، مطبوعہ 2008 قادیان)

اس شمارہ میں

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
- خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 2021ء (مکمل متن)
- خطبہ عیدالضحیٰ فرمودہ 21 جولائی 2021ء (مکمل متن)
- سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
- اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
- جرمنی کے مربیان کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
- پیغام حضور انور بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بھارت 2021
- رپورٹ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بھارت 2021
- قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: اعتراضات کے جوابات
- نماز جنازہ غائب بر موقع جلسہ سالانہ 2021UK
- بستی مندرانی کے چھ صحابہ کرام کا مختصر تذکرہ
- خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال وجواب
- خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

عوام میں جو جنّ مشہور ہیں اِن کا کوئی وجود نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جنّ ایمان لائے تھے وہ انسان ہی تھے

سورۃ الجن اور سورۃ احقاف سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی تھی اور احادیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ جنوں کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیلئے آیا تھا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

اب رہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا سوال کہ اس وقت جو جن ایمان لائے تھے وہ کیسی مخلوق تھی۔ سو اس کے متعلق قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وہ یہودی تھے کیونکہ وہ موسیٰ کی کتاب کا اور اس پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ وہ یہودی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن اس لئے کہا ہے کہ وہ باہر کے لوگ تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخفی ملے تھے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نصیبین کے رہنے والے تھے اور رات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے (بخاری کتاب مناقب الانصار و مسلم جز اوّل) واپس جا کر جو واقعہ ان کے اور ان کی قوم کے درمیان گزرا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے عرب لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے انہوں نے چھپ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپؐ سے قرآن سُنا۔ جب واپس ہوئے تو دلوں نے گواہی دی کہ آپ سچے ہیں اور اپنی قوم میں تبلیغ شروع کر دی۔

اس امر کا ثبوت کہ یہ جن انسان تھے مندرجہ ذیل ہے اوّل یہ کہ وہ پوشیدہ ملے اگر وہ جن تھے تو ان کو پوشیدہ اور رات کو ملنے کی کیا ضرورت تھی علی الاعلان ملتے تو کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا اور جنوں کی جو شان بیان کی جاتی ہے اس کے لحاظ سے انہیں دیکھ بھی کون سکتا تھا۔

دوم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتُعَزِّرُوۡہُ وَتُوَقِّرُوۡہُ (فتح ع 1/9) یعنی مومنو! ہم نے یہ رسول اس لئے بھیجا ہے کہ تم اسکی مدد اور نصرت کرو اور اسکی عزت دنیا میں قائم کرو۔ اگر جنات ایمان لائے تھے تو وہ کس رنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے سروں پر چڑھ جاتے ہیں اور قسم قسم کے پھل لا کر دیتے ہیں یہ کیسے مومن تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم پر ظلم ٹوٹا لیکن کافر جنوں نے تو حضرت سلیمان کیلئے قلعے تیار کئے اور ہر ذلیل سے ذلیل کام ان کی خاطر کیا، یہ مومن ایسے طوطا چشم تھے کہ ابوجہل وغیرہ کسی کو انہوں نے سزا نہ دی اور پھر یہ جن لوگوں کو تو بے موسم کے پھل لا کر دے دیتے تھے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر انہیں یہ توفیق بھی نہ ملی کہ جب غزوہ خندق کے موقعہ پر آپؐ پر اور دوسرے مسلمانوں پر فاقے پر فاقے آ رہے تھے اور آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ گویا پیٹوں پر پتھر باندھے پھر رہے تھے یہ لوگ آپؐ کیلئے اور آپؐ کے صحابہ کیلئے جو کی روٹیاں ہی لا دیتے۔ یہ تو ایمان کی علامت نہیں بلکہ اول درجہ کی شقاوت کی علامت ہے لیکن قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ وہ ایماندار مخلص تھے۔ پس ظاہر ہے کہ نہ ان جنوں کو جن کا ذکر سورۃ جن میں ہے طاقت ہے کہ کسی کے سر پر چڑھیں اور انسانوں پر قبضہ کر سکیں یا انہیں ستا سکیں

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي الْعَالَمِ ❁ شَرُّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے، اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب "کتاب البریّہ" رُوحانی خزائن جلد 13 سے پیش کررہے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ جسم سمیت آسمان پر چلے جانا اور پھر آخری زمانہ میں زمین پر واپس آنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔قرآن وحدیث اور علماءِ سلف وخلف کے اقوال سے وفاتِ مسیح کا مسئلہ اتنا واضح اور یقینی ہے کہ اس کو تسلیم نہ کرنا بہت ہی حیرت واستعجاب کی بات ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار مسلمانوں کی توجہ اس امر کی طرف بھی مبذول فرمائی ہے کہ اس قسم کی ایک نظیر ہمیں یہود میں بھی ملتی ہے اس سے ہمیں عبرت پکڑنی چاہئے۔ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی تھی کہ مسیحؑ کے نازل ہونے سے پہلے ایلیا نبی آسمان سے نازل ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود نے یہ سوال کیا کہ آپؑ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، آپؑ سے پہلے جس ایلیا نے آسمان سے آنا تھا وہ کہاں ہے؟ آپؑ کا دعویٰ تو تب سچا ثابت ہوگا جب ایلیا آسمان سے آئے۔اس پر حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن کو جواب دیا کہ یہ جو یوحنّا ہے یعنی یحییٰ یہی ایلیا ہے۔پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہونے کی تشریح فرمادی کہ اس سے رُوحانی نزول مُراد ہے یعنی زمین میں ہی اس کے کسی مثیل کا پیدا ہونا۔ پس مسلمانوں کو اس نظیر سے عبرت پکڑنی چاہئے کہ وہ یہود کی طرح ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں۔سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

جس قدر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے یہ کھول کر سنا دیا ہے کہ عیسیٰ فوت ہوگیا ہے اور پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ ہاں اس کا مثیل آنا ضروری ہے۔اگر اس قسم کی تصریح ملاکی نبی کے صحیفہ میں ہوتی تو یہود ہلاک نہ ہوتے۔پس بلاشبہ وہ لوگ یہود سے بدتر ہیں کہ جو اس قدر تصریحات خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں پاکر پھر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔ (تذکرۃ الشہادتین، رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 21)

اس جگہ ہم اپنی بات کو زیادہ لمبا نہ کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُرشوکت انعامی چیلنج اور اس ضمن میں آپؑ کے ارشادات پیش کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے نازل ہونیکی ان مولویوں کی تمنا ہرگز پوری نہ ہوگی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہمارے علماء بڑے خوش قسمت ہوتے اگر وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصے کو یاد کرکے اس سے نصیحت پکڑتے اور حضرت عیسیٰ کے آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کے وہی معنے کرتے جو خود حضرت عیسیٰ نے ایلیا نبی کے دوبارہ نازل ہونے کے معنے کئے ہیں۔کاش وہ اس بات کو سوچتے کہ یہ راقم جو نزول مسیح کے معنے کرتا ہے وہ نئے معنے نہیں ہیں بلکہ وہی معنے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں......پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اُترتا اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے تو ان مولویوں کی تمنا کیونکر پوری ہوسکتی ہے کہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود آسمان سے نازل ہوگا۔ عقلمند وہ ہے جو دوسرے کے ٹھوکر کھانے سے عبرت پکڑے۔ یہودی جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے سے بے نصیب رہے اس کی یہی وجہ وہ آج تک بیان کرتے ہیں کہ ان کو وہی ملاکی نبی کی پیشگوئی تاکیداً سنائی گئی تھی کہ جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے وہ مسیح نہیں آئے گا۔(کتاب البریہ رُوحانی خزائن جلد 13 صفحہ 213 حاشیہ)

صحیح بخاری اور مسلم کی حدیث کہ آنیوالا مسیح امت محمدیہ میں سے ہوگا

غرض یہ ایک ایسا مقدمہ تھا کہ مسیح موعود کے نزول اور دوسری علامات کو اس مقدمہ نے صاف کردیا تھا اور منصفوں کیلئے ایلیا نبی کے نزول کی طرز مسیح کے نزول کیلئے ایک تشفی بخش نظیر تھی مگر تعصب انسان کو نابینا کردیتا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ صحیح بخاری میں صاف لکھا تھا کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔اور اسی طرح صحیح مسلم میں فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ لکھا تھا یعنی مسیح تم میں سے ایک امتی آدمی ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔کیا یہ باتیں تسلی پانے کیلئے کافی نہ تھیں؟ کیا یہ امر تسلی بخش نہ تھا کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہو جانا بیان فرمایا؟ حدیثوں میں ان کی عمر ایک سو بیس برس لکھ کر یہ اشارہ فرمایا کہ وہ 120 عیسوی میں ضرور فوت ہوگئے ہیں۔ توفّی کے معنے مارنا بیان فرمایا گیا اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ نے صاف طور پر خبر دے دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور وہ جھگڑا جو اس سے پہلے ہو چکا ہے جو یہود اور حضرت عیسیٰ میں ایلیا نبی کے نزول کے بارے میں تھا کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ اس میں یہود کو سچا قرار دے۔سو دُنیا میں دوبارہ آنے کے معنے جو ایک نبی نے کئے وہی معنے ہم حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں کرتے ہیں۔مگر ہمارے مخالف مولوی جو معنے کرتے ہیں ان کے پاس ان معنوں کی کوئی سند موجود نہیں۔(ایضاً صفحہ 214 حاشیہ)

ہمارے مخالف وہ عقیدہ پیش کرتے ہیں جسکی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اب سوچنا چاہئے کہ ہم تو اُس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جسکی پہلی کتابوں میں نظیر موجود ہے اور جسکا قرآن مصدق ہے۔اور ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں اُس عقیدہ کو پیش کرتے ہیں جس کی تمام انبیاء کے سلسلہ میں کوئی نظیر موجود نہیں اور قرآن اس کا مکذب ہے...... ہمارے مخالف اپنی جہالت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر جیسا کہ تمام متصوّفین کا مذہب ہے اور ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ (ایضاً صفحہ 215 حاشیہ)

بلحاظ عیسائیت کی اصلاح کے، آنے والے کا نام مسیح رکھا گیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اصل منشاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ جس مجدّد کو اس امت کے مجدّدوں میں سے عیسائی حملوں کی مدافعت میں اسلام کی نصرت کرنی پڑیگی اسکا نام بلحاظ عیسائیت کی اصلاح کے مسیح ہوگا مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ خود مسیح کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر آئیگا حالانکہ یہ صریح غلطی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فصیح اور پُرحکمت بیان میں یہ غیر موزوں اور بے تعلق اور غیر معقول بات ہرگز مقصود نہ تھی کہ ایک نبی جو اپنی زندگی کے دن پورے کرکے عادۃُ اللہ کیموافق خدا تعالیٰ اور نعیم آخرت کی طرف بلایا گیا پھر وہ اس دار تکالیف اور دارالفتن میں بھیجا جائیگا اور وہ نبوت جس پر مہر لگ چکی ہے اور وہ کتاب جو خاتم الکتب ہے فضیلت ختمیت سے محروم رہ جائیگی بلکہ نہایت لطیف استعارہ کے طور پر یہ پیشگوئی کی گئی کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ جب عیسائی لوگ اپنی مخلوق پرستی اور صلیب کے باطل خیالات میں انتہا درجہ کے تعصب تک پہنچ جائینگے اور اپنی کمال تحریف اور دجل کی وجہ سے مسیح دجّال ہوجائینگے تب خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے انکی اصلاح کیلئے ایک آسمانی مسیح پیدا کریگا جو دلائل شافیہ سے انکی صلیب کو توڑ دیگا۔(ایضاً صفحہ 216 حاشیہ)

یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ نبوت سے معطل ہوکر آئینگے نہایت بے حیائی اور گستاخی کا کلمہ ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اس پیشگوئی کے سمجھنے میں اہل عقل اور تدبر کرنے والوں کیلئے کچھ بھی دقت نہ تھی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مقدسہ ایسے صاف تھے کہ خود اس مطلب کی طرف رہبری کرتے تھے کہ ہرگز اس پیشگوئی میں نبی اسرائیلی کا دوبارہ دُنیا میں آنا مراد نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اسکی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جسکا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی ہے۔پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریف لاوے۔اس سے تو تمام تار و پود اسلام درہم برہم ہوجاتا تھا۔اور یہ کہنا کہ ''حضرت عیسیٰ نبوت سے معطل ہوکر آئیگا'' نہایت بے حیائی اور گستاخی کا کلمہ ہے۔کیا خدا تعالیٰ کے مقبول اور مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اپنی نبوت سے معطّل ہوسکتے ہیں؟ پھر کون سا راہ اور طریق تھا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آتے۔غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النّبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرت نے لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ فرما کر اس امر کا فیصلہ کردیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا اور پھر اس بات کو زیادہ واضح کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور صحیح مسلم کی حدیث فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ جو عین مقام ذکر مسیح موعود میں ہے صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ وہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔!!! (ایضاً صفحہ 217 حاشیہ)

اگر حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے تو ماننا پڑیگا کہ اب تک نصاریٰ بھی نہیں بگڑے

سورۃ المائدہ آیت 118 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نصاریٰ میری وفات کے بعد بگڑے ہیں جب تک مَیں زندہ تھا یہ راہِ راست پر قائم تھے۔پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک فوت نہیں ہوئے تو ماننا پڑیگا کہ نصاریٰ بھی اب تک نہیں بگڑے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

دیکھو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ صاف ظاہر کررہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں اور صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور نیز حدیث نبوی سے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ اس جگہ توفّی کے معنے ماردینے کے ہیں اور یہ کہنا بیجا ہے کہ "یہ لفظ تَوَفَّيْتَنِيْ جو ماضی کے صیغہ میں آیا ہے دراصل اس جگہ مضارع کے معنے دیتا ہے

باقی صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند ہے کہ مَیں اس طرح نجات پا جاؤں کہ لَا عَلَیَّ وَلَا لِیَ کہ نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب یا جزا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کی سیرت سے بعض واقعات نیز حضرت عمرؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ اور بعض مستشرقین کے تاثرات کا بیان

پانچ مرحومین: صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، مکرمہ کلارا صاحبہ اہلیہ رولان سائن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان، ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب، مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب آف امریکہ اور مکرم حفیظ احمد گھمن صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22 اکتوبر 2021ء بمطابق 22 اخاء 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ-

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے ضمن میں حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے باہمی الجھاؤ کا ذکر کیا تھا اور جس طرح وہ روایت بیان کی گئی تھی، یہ بھی بتایا تھا کہ ایک روایت ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہاں تک یہ سچی ہے، کہ ان کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ اس بارہ میں مزید تحقیق کے بعد جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ ایک جگہ یہ بھی ذکر ملا ہے کہ حضرت عُبید اللہ بن عمرؓ جب حضرت عثمانؓ سے الجھے ہیں تو اس وقت تک ابھی حضرت عثمانؓ خلافت کے مسند پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عُبید اللہ کا ارادہ تھا کہ وہ آج مدینہ کے کسی قیدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مہاجرین اوّلین ان کے خلاف اکٹھے ہو گئے اور انہیں روکا اور انہیں دھمکی دی تو وہ مہاجرین کو بھی خاطر میں نہ لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں انہیں یعنی جتنے بھی قیدی ہیں، غلام ہیں، ضرور قتل کروں گا۔ حتیٰ کے عمرو بن عاصؓ ان کے ساتھ مسلسل لگے رہے یہاں تک کہ انہوں نے تلوار عمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ سمجھانے کیلئے ان کے پاس آئے تو ان سے بھی عُبید اللہ بن عمرؓ نے لڑائی کی۔ جیسا کہ بیان ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ سے لڑائی ہوئی اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ اس ضمن میں یہ ذکر ملتا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا تو ابھی حضرت عثمانؓ کی بیعت نہیں کی گئی تھی۔ یعنی حضرت عثمانؓ اس وقت تک خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

(ماخوذ از سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا (مترجم) صفحہ 342-343، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور 2010ء)

اسی طرح یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ حضرت عُبید اللہ کو اس کے بعد قید بھی کر لیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد جب خلافت پہ متمکن ہوئے تو حضرت عُبید اللہ کو حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو امیر المومنین نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں رائے دو جس نے اسلام میں رخنہ ڈالا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ اسے چھوڑنا انصاف سے بعید ہے، میری رائے میں اس کو یعنی عُبید اللہ بن عمرؓ کو قتل کرا دینا چاہئے لیکن بعض مہاجرین نے اس رائے کو ناقابلِ برداشت، شدت اور سختی پر محمول کیا اور کہا کہ کل عمرؓ قتل کیے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل کر دیا جائے۔ اس اعتراض نے حاضرین کو مغموم کر دیا اور حضرت علیؓ بھی خاموش رہے لیکن بہرحال پھر حضرت عثمانؓ نے چاہا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس نازک صورت حال سے عہدہ برا ہونے کی کوئی راہ نکالے، مشورہ دے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپؓ کو اس سے معاف رکھا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپؓ مسلمانوں کے امیر نہیں تھے اور چونکہ یہ واقعہ آپؓ کے عہد خلافت میں نہیں ہوا اس لیے آپؓ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی لیکن حضرت عثمانؓ ان کی اس رائے سے مطمئن نہیں ہوئے اور بہتر یہی سمجھا کہ خون بہا ادا کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا: میں ان مقتولین کا ولی ہوں اس لیے خون بہا مقرر کر کے اپنے مال سے ادا کروں گا۔ (ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 881-882، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور) اس بارے میں ایک یہ رائے ہے۔

تاریخ طبری کے مطابق حضرت عثمانؓ نے حضرت عُبید اللہ کو ہرمزان کے بیٹے کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے بدلے میں قصاص کے طور پر قتل کر دے لیکن بیٹے نے معاف کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے اور ایک مسئلہ کے حل کے بیان میں اس کی تفصیل میں لکھا ہے جو میں ایک گذشتہ خطبہ میں بیان کر چکا ہوں تاہم یہاں وضاحت کیلئے دوبارہ بیان کرتا ہوں کہ کیا مقتول کافر معاہد کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے؟ معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے کہ نہیں؟

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ طبری میں قُمَاذْبَان بن ہُرمُزَان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا تھا۔ اس پر بلا تحقیق جوش میں آ کر عُبید اللہ بن عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ بیٹا کہتا ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے سے ملے جلے رہتے تھے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایک دن فیروز قاتل جو حضرت عمرؓ کا تھا میرے باپ سے ملا اور اسکے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہوا تھا۔ میرے باپ نے (یہ ہُرمُزان کا بیٹا بیان کر رہا ہے) کہ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تُو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے۔ اس میں ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس سے اونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے تو اس وقت کسی نے ان کو دیکھ لیا اور جب حضرت عمرؓ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہُرمُزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اِس پر عُبید اللہؓ حضرت عمرؓ کے چھوٹے بیٹے نے جا کر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عُبید اللہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تُو ہماری نسبت اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا میرا حق ہے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں تمہارا حق ہے اسے قتل کر دو، اور عُبید اللہ کو بھلا برا کہنے لگے کہ اس نے ایسا بُرا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں اور پھر عُبید اللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور خدا تعالیٰ کی قسم! میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل بھی یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کسی ہتھیار سے کوئی شخص مارا جائے وہ مارا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قاتل کو گرفتار کرنے والی اور اس کو سزا دینے والی حکومت ہی ہے کیونکہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ عُبید اللہ بن عمرؓ کو گرفتار بھی حضرت عثمانؓ نے ہی کیا اور اس کو قتل کیلئے ہُرمُزان کے بیٹے کے سپرد بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ نہ ہرمزان کے کسی وارث نے اس پر مقدمہ چلایا اور نہ گرفتار کیا۔

اس جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس شبہ کا ازالہ بھی کر دینا ضروری ہے کہ قاتل کو سزا دینے کیلئے آیا مقتول کے وارثوں کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے کیا یا خود حکومت کو سزا دینی چاہیے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ ایک جزوی معاملہ ہے اس لیے اس کو اسلام نے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق عمل کرنے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ قوم اپنے تمدن اور حالات کے مطابق جس طریق کو زیادہ مفید دیکھے اختیار کر سکتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں طریق ہی خاص خاص حالات میں مفید ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد دوم، صفحہ 359 تا 361)

یہ وضاحت کرنے کے بعد اب میں حضرت عمرؓ کے کچھ اور واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔ وفات کے وقت حضرت عمرؓ کے الحاح اور عجز و انکسار کا کیا حال تھا؟ اس بارے میں ان کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میرے کفن میں میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے خیر ہو گی تو مجھے اس سے اچھے لباس سے بدل دے گا۔ اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو مجھ سے چھین لے گا اور چھیننے میں تیزی کرے گا اور یہ بھی کہ میری قبر کے متعلق بھی میانہ روی سے کام لینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے اس میں خیر ہے تو اس کو اتنا وسیع کر دے گا جہاں تک میری نظر جائے گی اور اگر میں اس کے سوا ہوا تو وہ اسے مجھ پر تنگ کر دے گا کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور پھر میرے جنازے کے ساتھ کسی عورت کو نہ لے کر جانا۔ میری ایسی تعریف نہ بیان کرنا جو مجھ میں نہیں ہے کیونکہ اللہ مجھے زیادہ جانتا ہے۔ اور جب تم مجھے لے جانے لگو تو چلنے میں جلدی کرنا۔ اگر میرے لیے اللہ کے پاس خیر ہے تو تم مجھے اس چیز کی طرف بھیجتے ہو جو میرے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر اس کے سوا ہو تو تم اپنی گردن سے اس شر کو ٹال دو گے جو تم اٹھائے ہوئے ہو۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 273، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسکے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے مِسک یعنی کستوری وغیرہ سے غسل نہ دینا۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 279، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا جب ان کا سر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ران پر تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کہا کہ میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میری ران اور زمین برابر ہی ہے یعنی اس میں فاصلہ ہی کتنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسری یا تیسری مرتبہ کہا کہ تیرا بھلا ہو میرا رخسار زمین پر رکھ دو۔ پھر آپ (حضرت عمرؓ) نے اپنی ٹانگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ (حضرت عمرؓ) کو کہتے ہوئے سنا کہ میری اور میری ماں کی ہلاکت ہو گی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ بخشا یہاں تک کہ آپؓ کی وفات ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 274-275، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت سماک حنفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا اللہ نے آپؓ کے ذریعہ سے نئے شہر آباد کیے اور آپؓ کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں اور آپؓ کے ذریعہ سے فلاں

فلاں کام ہوا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری تو تمنا ہے کہ اس سے ایسے نجات پا جاؤں کہ نہ میرے لیے کوئی اجر ہو اور نہ کوئی بوجھ۔

یعنی اس بات پر فخر نہیں کہ ہاں میں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں اور میرے وقت میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت غالب رہے اور اپنی آخرت کی فکر تھی۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے فرمایا تم لوگ امارت کے بارے میں مجھ پر رشک کرتے ہو۔ خدا کی قسم! مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں اس طرح نجات پا جاؤں کہ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَ کہ نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب یا جزا ہو۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 267 ذکر ہجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ جیسا انسان جنہوں نے اپنی ساری عمر ہی ملت اسلامیہ کے غم اور فکر میں گھلا دی۔ جنہوں نے ہر موقعہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کی گو عمل کے لحاظ سے ان کی قربانیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں تک نہ پہنچیں لیکن ارادہ اور نیت کے لحاظ سے سب کی برابر تھیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور انہوں نے کہا: خدا تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر برکت کرے میں نے کئی دفعہ کوشش کی کہ ان سے بڑھ جاؤں مگر کبھی کامیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال لاؤ تو میں اپنا نصف مال لے گیا اور خیال کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چونکہ ان سے رشتہ بھی تھا اور جانتے تھے کہ انہوں نے کچھ نہیں چھوڑا ہوگا اس لئے آپؐ دریافت فرما رہے تھے کہ ابوبکرؓ! گھر کیا چھوڑا؟ انہوں نے کہا گھر‘‘ گھر میں ’’خدا اور رسولؐ کا نام چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور فرماتے میں اس وقت بھی ان سے نہ بڑھ سکا۔‘‘ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’یہ ان کی قربانیاں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دیتے رہتے تھے لیکن جب خاص موقعہ آیا تو سب کچھ لا کر رکھ دیا۔ ایک طرف تو یہ لوگ تھے اور ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے مال کے دسویں حصہ کی قربانی کا بھی موقعہ نہیں ملتا اور کہتے ہیں ہم لٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو بار بار ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور کہتے خدایا میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔‘‘

(خطبات محمود، جلد 10، صفحہ 24)

پھر تدفین اور جنازے کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے آپؓ کو غسل دیا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مسجد نبویؐ میں حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور حضرت صہیبؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؓ کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور روضہ کے درمیان والی جگہ پر ادا کی گئی۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو قبر میں اتارنے کیلئے عثمان بن عفانؓ، سعید بن زید، صہیب بن سنان اور عبداللہ بن عمرؓ اترے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، المجلد الثالث، صفحہ 279 تا 281، فی ذکر استخلاف عمر، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مجلد رابع، صفحہ 166، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثالثۃ 2003ء)

ان کے علاوہ حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کا نام بھی آتا ہے۔ (سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم 867-868، اسلامی کتب خانہ لاہور) (الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 169، دار الاشاعت کراچی 1991ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ’’صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا۔ مَا بَقِيَ لِي هَمٌّ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔‘‘ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 286)

ایک اَور جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ہرگز ضائع نہیں کرتا خواہ دنیا بھر کی ہر چیز اس کی دشمن ہو جائے۔ اور اللہ کا طالب کسی نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھتا۔ اور اللہ صادقوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ اللہ اکبر! ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے وہ دونوں ایسے (مبارک) مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو نہیں حاصل ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہ رب العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے اور یہ رحمت صرف انہی لوگوں کی طرف رخ کرتی ہے جن کی طرف عنایت (الٰہی) ازل سے متوجہ ہو۔‘‘ (سرّ الخلافہ، روحانی خزائن، جلد 8، صفحہ 346، اردو ترجمہ سرّ الخلافہ، صفحہ 78)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ’’جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے اس بات کیلئے بڑی تڑپ ظاہر کی کہ آپؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت دیں تو مجھے آپؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عمرؓ وہ انسان تھے جن کے متعلق عیسائی مؤرخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اَور کسی نے نہیں کی۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں‘‘ یعنی عیسائی مؤرخین ’’مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت یہ حسرت رکھتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں‘‘ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا مرتے وقت بھی یہ حسرت کرتا ہے کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی کہ آپؐ خدا کی رضا کیلئے کام نہیں کرتے تو کیا حضرت عمرؓ جیسا انسان اس درجہ کو پہنچ کر کبھی یہ خواہش کرتا کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائے۔‘‘

(دنیا کا محسن، انوار العلوم، جلد 10، صفحہ 262)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کی بھی خواہش ہوئی کہ آپؐ کے قدموں میں جگہ پائیں۔

حضرت عمرؓ کی وفات

حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت کیا عمر تھی؟ اس بارے میں بھی مختلف رائے ہیں۔ سن پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ اس لیے آپؓ کی وفات کے وقت عمر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری، اسد الغابہ، البدایۃ والنہایہ، ریاض النظرۃ، تاریخ الخلفاء کی مختلف روایات میں آپؓ کی عمر ترپن سال، پچپن سال، ستاون سال، انسٹھ سال، اکسٹھ سال، تریسٹھ سال اور پینسٹھ سال بیان ہوئی ہے۔ (تاریخ الطبری مترجم، جلد سوم حصہ اول، صفحہ 211، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2003ء) (اسد الغابہ، جلد 4، صفحہ 166، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (البدایۃ والنہایہ الجزء العاشر، صفحہ 192 تا 194، مطبوعہ دار ھجر 1998ء) (ریاض النظرۃ، صفحہ 418-419، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی (مترجم) صفحہ 168، ممتاز اکیڈمی لاہور)

البتہ صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپؓ کی عمر تریسٹھ سال بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی اور حضرت عمرؓ کی بھی وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کم سن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم قبض، حدیث 6091) (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی سنن النبیؐ کم کان حین مات، حدیث 3653)

حضرت عمرؓ کی وفات پر بعض صحابہ کرام کے تاثرات کے بارے میں یہ بیان ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا جسد مبارک جنازے کیلئے رکھا گیا اور لوگ ان کے گرد کھڑے ہو گئے۔ ان کے اٹھانے سے پہلے دعا کرنے لگے۔ پھر نماز جنازہ پڑھنے لگے اور میں بھی ان میں موجود تھا تو ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ کر چونکا دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی بن ابوطالبؓ ہیں۔ آپؓ نے حضرت عمرؓ کیلئے رحمت کی دعا کی اور کہا کہ آپؓ نے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپؓ سے بڑھ کر مجھے اس لحاظ سے پیارا ہو کہ میں اس کے اعمال جیسے عمل کرتے ہوئے اللہ سے ملوں۔ بخدا میں یہی سمجھتا تھا کہ اللہ آپؓ کو بھی آپؓ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا یعنی حضرت عمرؓ کو بھی آپؓ کے ساتھیوں کے ساتھ ہی رکھے گا اور میں جانتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دفعہ میں یہ سنا کرتا تھا، آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ۔ میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔ مَیں اور ابوبکر اور عمر داخل ہوئے۔ مَیں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب، حدیث 3685)

یعنی مختلف واقعات بیان کرتے ہوئے آپؐ یہ فقرے فرمایا کرتے تھے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو غسل اور کفن دے دیا گیا اور آپؓ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت علیؓ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر آپؓ کی تعریف فرمائی اور کہا اللہ کی قسم! مجھے اس چادر میں ڈھکے ہوئے انسان سے زیادہ رُوئے زمین پر کوئی شخص پسند نہیں کہ میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ خدا سے ملوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 282 ذکر ہجرۃ عمر بن الخطاب مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ابومُخَلَّد سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ ہم میں افضل ہیں اور حضرت ابوبکرؓ فوت نہیں ہوئے تھے کہ ہم نے جان لیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد ہم میں حضرت عمرؓ سب سے افضل ہیں۔

(سیرۃ عمر بن الخطاب از ابن جوزی، صفحہ 212، مکتبہ مصریہ الازھر)

زید بن وَھَب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے۔ آپ حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے ہوئے اتنا روئے کہ آپؓ کے آنسو گرنے سے کنکر بھی تر ہو گئے۔ پھر آپؓ نے کہا حضرت عمرؓ اسلام کیلئے حصنِ حصین تھے۔ لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ ایک مضبوط قلعہ تھے لوگ اس میں داخل ہوتے اور باہر نہ نکلتے۔ جب آپؓ کی وفات ہوئی تو اس قلعہ میں دراڑ پڑ گئی اور لوگ اسلام سے نکل رہے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 283، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990)

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام انسانوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ ابووائل نے کہا کہ میں نے اس کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ایسا ہی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ میں نے پوچھا کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو انہوں نے یہ کہا کہ علم کے دس میں سے نو حصے جاتے رہے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد 3، صفحہ 651، عمر بن الخطابؓ، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت انسؓ نے کہا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: عرب میں کوئی شہری یا بدوی گھر ایسا نہیں مگر اسکے گھر کو حضرت عمرؓ کی شہادت سے نقصان پہنچا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 285، ذکر استخلاف عمر، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990) یعنی ہر ایک کی اتنی مدد کرتے تھے کہ یقیناً ان کو نقصان پہنچے گا۔ یہ لوگ متاثر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے حضرت عمرؓ کے جنازے کے بعد حضرت عمرؓ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے عمرؓ! آپؓ کیا ہی عمدہ اسلامی بھائی تھے۔ حق کیلئے سخی اور باطل کیلئے بخیل تھے۔ رضامندی کے اظہار کے وقت آپؓ راضی ہوتے اور غصہ کے وقت آپؓ غصہ کرتے۔ پاک نظر اور عالی ظرف والے تھے۔ نہ بے جا تعریف کرنے والے تھے اور نہ ہی غیبت کرنے والے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 282، ذکر ھجرۃ عمر بن الخطاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات پر حضرت سعید بن زیدؓ روئے تو کسی نے کہا اے اَبُو الْاَعْوَر! آپؓ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام پر روتا ہوں۔ یقیناً حضرت عمرؓ کی وفات سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو گیا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہوگا۔ (طبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 284، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپؐ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی التفضیل، حدیث 4628)

حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے دَور میں اسلام کی مثال اس شخص کی طرح تھی جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ جب آپؓ کی شہادت ہوگئی تو وہ دَور پیٹھ پھیر گیا اور مسلسل پیچھے جاتا جا رہا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد3، صفحہ 285، ذکر استخلاف عمر، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990)

حضرت عمرؓ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ آپؓ کی مختلف وقتوں میں دس بیویاں تھیں جن میں سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بننے کی سعادت ملی۔ حضرت زینب بنت مظعونؓ پہلی تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور حضرت حفصہؓ ہیں۔ حضرت ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب: ان سے آپؓ کی اولاد زید اکبر اور رُقیّہ ہیں۔ مُلَیکَہ بنت جَرْوَلْ: ان کو ام کلثوم بھی کہتے ہیں۔ ان سے آپؓ کی اولاد زید اصغر اور عُبید اللہ ہیں۔ قُرَیبَہ بنتِ ابوامیہ مخزومی: چونکہ مُلَیکَہ اور قُرَیبَہ ایمان نہیں لائی تھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے چھ ہجری میں ان دونوں کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت جمیلہ بنت ثابت: ان کا نام عاصِیَہ تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے جَمِیلہ رکھ دیا تھا۔ یہ بدری صحابی عاصم بن ثابت کی بہن تھیں۔ ان سے آپ کی اولاد عاصم ہیں۔ لُھَیَّہ سے آپ کی اولاد عبدالرحمٰن اَوْسَطْ ہیں۔ ایک اور آپؓ کی بیوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام ولد ہیں یعنی کہ وہ لونڈی جس سے شادی کی جاتی ہے۔ اس کی اولاد ہو تو وہ آزاد ہو جاتی ہے۔ ایک اَور ام ولد تھیں جن کے بطن سے عبدالرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔ حضرت ام حکیم بنت حارث سے آپؓ کی اولاد فاطمہ تھیں۔ فُکَیہَہ سے آپؓ کی اولاد زینب تھیں۔ حضرت عاتکہ بنت زید: اِن سے آپ کی اولاد عیاض ہے۔

(الخلفاء الراشدون از محمد رضا، صفحہ 100، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2004ء) (الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 404، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 1991ء) (اسد الغابہ، جلد 7، صفحہ 53 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

مشہور مستشرق ایڈورڈ گبن حضرت عمرؓ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی پرہیزگاری اور عاجزی حضرت ابوبکرؓ کی نیکیوں سے کم نہ تھی۔ آپؓ کے کھانے میں جَو کی روٹی اور کھجوریں ہی ہوتی تھیں۔ پانی آپؓ کا مشروب تھا۔ آپؓ نے لوگوں کو تبلیغ کی اس حال میں کہ آپؓ کا چوغہ بارہ جگہوں سے پھٹا ہوا تھا۔ ایرانی گورنر جنہوں نے اس فاتح کو خراج عقیدت پیش کیا انہوں نے آپؓ کو مسجد نبوی کی سیڑھیوں پر فقیروں کے ساتھ سوتے دیکھا۔ معیشت منبع ہوتی ہے آزاد خیالی کا اور آمدنی میں اضافے کے باعث عمرؓ اس قابل ہوئے کہ مخلصین کی ماضی اور حال کی خدمات کے باعث ان کیلئے وظیفہ کا منصفانہ اور مستقل نظام قائم کر سکیں۔ اپنے وظیفہ سے بے نیاز تھے۔ آپؓ نے عباس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کیلئے سب سے پہلا اور ضرورت کیلئے کافی پچیس ہزار درہم یا چاندی کے ٹکڑے وظیفہ مقرر کیا۔ جنگِ بدر میں شامل ہونے والے بزرگ صحابہ میں سے ہر ایک کیلئے پانچ ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کو سالانہ انعام کے طور پر تین ہزار چاندی کے ٹکڑوں سے نوازا گیا۔

(The decline and fall of the Roman empire. by Edward Gibbon. vol. 3 chapter LI .page 178.London)

مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred میں تاریخ کی سو بااثر شخصیات کا ذکر کیا ہے اور پہلے نمبر پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا ہے اور اس کتاب میں باونویں نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ عمر بن خطاب مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ اور غالباً مسلمانوں کے سب سے عظیم ترین خلیفہ تھے۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان ہم عصر اور انہی کی طرح مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپؓ کی پیدائش کا سال معلوم نہیں مگر شاید 586ء کے قریب کا زمانہ تھا۔ آغاز میں عمرؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپؐ کے نئے دین کے سب سے سخت دشمنوں میں سے تھے تاہم اچانک عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا اور اسکے بعد اس کے مضبوط ترین حمایتیوں میں سے ہو گئے۔ سینٹ پال کے عیسائی ہونے سے اس کی مشابہت حیرت انگیز ہے۔ عمرؓ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین مشیروں میں سے ہو گئے اور آپ کی وفات تک ایسے ہی رہے۔

632ء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اپنا جانشین نامزد کیے فوت ہو گئے۔ عمرؓ نے فوری طور پر ابوبکرؓ کے عہدہ خلافت کیلئے حمایت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ساتھی اور خسر تھے جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی۔ یہ تو اپنے انداز میں لکھ رہا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کس طرح لوگوں نے اکٹھے ہو کر آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا لیکن بہرحال دنیاوی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کے خسر کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے اقتدار کی کشمکش ٹل گئی اور اس سے ابوبکرؓ اس قابل ہوئے کہ ان کو عام طور پر پہلا خلیفہ مانا گیا یعنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین۔ ابوبکرؓ ایک کامیاب راہنما تھے لیکن وہ صرف دو سال تک خلیفہ کے طور پر خدمت بجا لانے کے بعد فوت ہوئے۔ البتہ انہوں نے اپنے بعد معین طور پر عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے اس وجہ سے ایک دفعہ پھر اقتدار کی جنگ ٹل گئی۔ پھر یہ اس کو دنیاوی رنگ دینا چاہتا ہے۔ لیکن تعریف بہرحال کر رہا ہے۔ عمر 634ء میں خلیفہ بنے اور 644ء تک اقتدار یعنی خلافت میں رہے جب انہیں ایک فارسی غلام نے مدینہ میں شہید کر دیا۔ بسترِ مرگ پر عمرؓ نے چھ لوگوں کی ایک کمیٹی کو مقرر کیا جو ان کا جانشین منتخب کر لیں اور اس دفعہ ایک دفعہ پھر مسلح اقتدار کی جنگ کو ٹال دیا۔ اس کمیٹی نے عثمانؓ کو تیسرا خلیفہ مقرر کیا جنہوں نے 644ء سے 656ء تک حکومت کی۔

پھر یہ لکھتا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کا ہی دس سالہ دورِ خلافت تھا جس میں عربوں نے سب سے اہم فتوحات حاصل کیں۔ آپؓ کی خلافت کے تھوڑے عرصہ ہی میں عرب فوج نے شام اور فلسطین پر حملہ کیا جو اس وقت بازنطینی سلطنت کا حصہ تھے۔ جنگِ یرموک 636ء میں عربوں نے بازنطینی فوجوں کے خلاف ایسی فتح حاصل کی جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ دمشق بھی اسی سال فتح ہوا اور یروشلم نے بھی دو سال بعد ہتھیار ڈال دیے۔ 641ء تک عرب تمام فلسطین اور شام کو فتح کر چکے تھے اور موجودہ دور کے ترکی میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ 639ء میں عرب فوجیں مصر میں داخل ہو گئیں جو کہ بازنطینی حکومت کے ہی ماتحت تھا۔ تین سال کے اندر اندر عرب مکمل طور پر مصر پر فتح پا چکے تھے۔ عراق پر عربوں کے حملے جو اس وقت فارسیوں کی ساسانی سلطنت کا ایک حصہ تھا وہ حضرت عمرؓ کے مسند خلافت پر فائز ہونے سے بھی پہلے شروع ہو چکے تھے۔ عربوں کی کلیدی فتح جنگِ قادسیہ 637ء میں کامیابی کی صورت میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ 641ء تک تمام عراق عربوں کے قبضے میں آ چکا تھا اور یہیں پر بس نہیں، عرب فوجوں نے فارس پر بھی حملہ کر دیا تھا اور نہاوند کے معرکہ میں 642ء عیسوی میں انہوں نے آخری ساسانی بادشاہوں کی فوجوں کو فیصلہ کن شکست دے دی تھی۔

جس وقت عمر کی وفات ہوئی یعنی 644ء میں مغربی ایران کا بیشتر حصہ قبضہ میں آ چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کی وفات پر بھی عرب فوجوں کا جوش ماند نہ پڑا۔ مشرق میں انہوں نے جلد ہی فارس کی فتح مکمل کر لی جبکہ مغرب میں شمالی افریقہ میں قدم بڑھاتے رہے۔ پھر لکھتا ہے کہ جس قدر عمرؓ کی فتوحات کی وسعت کی اہمیت ہے اسی قدر ان فتوحات کی پائیداری بھی اہم ہے۔ اگرچہ ایران کی آبادی نے اسلام قبول کر لیا لیکن بالآخر انہوں نے عربوں کی حکمرانی سے آزادی حاصل کر لی لیکن شام، عراق اور مصر نے ایسا نہیں کیا۔ وہ یکسر عرب تہذیب میں ڈھل گئے اور آج تک یہی صورتحال ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ بلاشبہ عمرؓ کو پالیسیاں بنانی پڑیں تا کہ وہ اس عظیم سلطنت کا انتظام کر سکیں جو ان کی فوجوں نے فتح کی تھیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ عربوں کو ان علاقوں میں جو انہوں نے فتح کیے ہیں ایک خصوصی فوجی مقام حاصل ہو اور وہ مقامی لوگوں سے الگ چھاؤنیوں میں رہیں۔ محکوم لوگوں کو اپنے مسلمان فاتحین کو جو زیادہ تر عرب تھے ایک جزیہ دینا ہوتا تھا۔ باقی انہیں مکمل امن و امان حاصل تھا۔ اس کے علاوہ ان پر کوئی اور ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تھی۔ خصوصاً انہیں اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ مندرجہ بالا بات سے یہ ثابت ہے کہ عربوں کی مہمات مقدس جنگوں سے زیادہ قومی نوعیت کی تھیں۔ اگرچہ مذہبی عنصر مکمل طور پر مفقود نہیں تھا۔ عمرؓ کی کامیابیاں بلاشبہ متاثر کن ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ اسلام کے پھیلاؤ میں کلیدی شخصیت تھے۔ آپؓ کی تیز رفتار فتوحات کے بغیر شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ اسلام اتنا پھیلتا جتنا آج وہ پھیلا ہوا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کے دور میں فتح کیے گئے علاقے اب تک عرب ہی ہیں۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے اہم محرک تھے انہی کو بہت زیادہ ترقیات کا کریڈٹ جاتا ہے مگر حضرت عمرؓ کے کردار کو نظر انداز کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ آپؓ کی فتوحات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر میں رہنے کی وجہ سے نتیجۃً خود بخود نہیں ہوئی تھیں کچھ وسعت تو مقدر تھی لیکن اس غیر معمولی حد تک نہیں جہاں تک عمرؓ کی شاندار قیادت میں ہوئی۔ پھر لکھتا ہے کہ شاید یہ حیرت کا موجب ہو کہ عمرؓ جو مغرب میں ایک نامعلوم شخصیت ہیں کو شارلیمن (Charlemagne) اور جولیس سیزر جیسی مشہور شخصیات سے بلند تر مرتبہ دیا جائے تاہم عمرؓ کے دور میں عربوں کی فتوحات شارلیمن اور جولیس سیزر کے مقابلے میں بلحاظ حجم اور وقت کے بہت زیادہ اہم ہیں۔ (The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History by Michael H. Hart pages 271 to 275 Golden Books centre Sdn. Bhd. 2008)

پھر ایک پروفیسر ہیں فلپ. کے. ہٹی (Philip.K.Hitti) اپنی کتاب History of the Arabs میں لکھتے ہیں کہ سادہ، کفایت شعار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متحرک اور باصلاحیت جانشین عمرؓ جو کہ بلند قامت اور مضبوط جسامت والے اور سر پر کم بالوں والے تھے، آپؓ نے خلافت کے بعد کچھ وقت تک تجارت کے ذریعہ گزر بسر کی کوشش کی۔ آپؓ نے اپنی تمام عمر ایک بادیہ نشین شیخ کی طرح سادگی سے گزاری۔ درحقیقت عمر کو، جن کا نام مسلم روایات کے مطابق ابتدائے اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے عظیم تھا، مسلمان مؤرخین نے ان کے تقویٰ، انصاف اور سادگی کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے اور خلیفہ کی شخصیت میں ہونے والی تمام خوبیوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ آپؓ کا بلند و بالا کردار تمام باضمیر جانشینوں کیلئے پیروی کا نمونہ بن گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ آپؓ کے پاس صرف ایک قمیص اور ایک چوغہ تھا اور دونوں پر پیوند واضح طور پر نظر آتے تھے۔ آپؓ کھجور کے پتوں کے بستر پر سو جاتے۔ آپؓ کو ایمان کی پختگی، انصاف کی بالادستی، عربوں اور اسلام کے عروج اور سلامتی کے علاوہ کوئی اَور خیال نہ تھا۔

(History of The Arabs by Philip K. Hitti,10th edition, page 175, London 1989)

یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ (بیان) ہوگا۔

اس وقت مَیں کچھ جنازوں کا، مرحومین کا ذکر کروں گا جس میں سے پہلا ذکر مکرمہ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ کا ہے جو ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کے بیٹے طارق اکبر کہتے ہیں کہ امی ہمیشہ جماعت اور خلیفہ وقت کی وفادار رہیں۔ ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ جماعت کی خدمت کریں اور اپنی وصیت کا حق ادا کریں۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ ہر سال مرحومین کی طرف سے بھی چندہ ادا کرتی تھیں۔ غریبوں کی دل کھول کر اور خفیہ طور پر مدد کرتی تھیں۔ ملازمین کے بارے میں مجھے اکثر کہا کرتی تھیں کہ یہ تمہارے بہن بھائیوں کی طرح ہیں ان کا خیال رکھا کرو۔ رشتوں کو نبھانے کی کوشش کرتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ نمازوں کی پابند، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والی خاتون تھیں۔

ان کی بہو نعیمہ صاحبہ کہتی ہیں کہ جب امریکہ میں ہمارے گھر کی تعمیر مکمل ہوئی تو فرمانے لگیں کہ اس گھر میں سامان لانے سے پہلے اس گھر کے ہر کمرے اور گوشے میں نوافل ادا کرنا۔ پھر کہتی ہیں کہ میری والدہ کی وفات کے بعد مجھے کہنے لگیں کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم اب بِن ماں کے ہو۔ میں تمہاری ماں ہوں اور واقعی ان کی محبت بھری اور دعا گو پیاری شخصیت نے مجھے اپنی بیٹیوں سے بڑھ کر محبت دی۔ پھر ہمیشہ یہ نصیحت کرتی تھیں کہ خلافت سے کبھی تعلق نہ توڑنا اور پھر مجھ سے جو اِن کا رشتہ ہے، مختلف رشتے تھے کیونکہ یہ میری دادی کی دوسری والدہ سے بہن بھی تھیں اس لحاظ سے دادی بھی کہلاتی تھیں اور خالہ بھی بنتی تھیں۔ رشتہ میں پھوپھی بھی بنتی تھیں۔ لیکن کہتی ہیں کہ ان سب رشتوں کے باوجود میں بس خلیفہ وقت کی تابعدار ہوں اور یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ واقعی انہوں نے اس تعلق کو جو خلافت کے ساتھ ان کا تعلق ہے اس کو وفا کے ساتھ نبھایا۔ کثرت سے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں۔ تحریک جدید کا چندہ بزرگان اور اساتذہ بلکہ یہاں تک کہ قادیان کے ملازموں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتی تھیں۔ ملازم کو جب کوئی رخصت ہوتا تو کافی دے دلا کر رخصت کرتیں اور پھر یہ بھی کہتیں کہ اگر کوئی غلطی ہو تو معاف کر دینا۔

ان کی ایک بیٹی شاہدہ کہتی ہیں چھوٹے ہوتے سے ہی امی نے ہمارا اللہ تعالیٰ سے اس طرح تعارف کروا دیا کہ کہا کرتی تھیں کہ جوتے کا تسمہ بھی چاہیے تو خدا تعالیٰ سے مانگو اور دعاؤں پر زور دو اور خلافت کے احترام کی طرف بہت تلقین

کیا کرتی تھیں اور جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آیا تو کہتی تھیں کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہو کامل فرمانبرداری سے اس کی اطاعت کرنی ہے اور یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ یہ دعا کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سرسبز ٹہنی بنو، سوکھی ٹہنی نہ بن جانا اور کسی کے لیے ٹھوکر کا باعث نہ بننا۔

پھر ان کی بیٹی نصرت جہاں کہتی ہیں کہ ہمارے بچپن سے ہی تربیت کا پہلو ہمیشہ مدنظر رکھتیں۔ قرآن کریم پڑھ رہی ہوتیں تو کسی آیت پر رک جاتیں اور ہمیں اس کا مطلب سمجھاتیں یا کوئی اَور نصیحت کرتیں۔ اس حوالے سے ہمیشہ بزرگوں کا ذکر خیر کرتی رہتیں۔ بہت سے انمول اور نصیحت آموز قصے ان کو یاد تھے جو اکثر وہ دہراتی رہتی تھیں اور ہمیں بتاتی رہتی تھیں۔

صدر صاحبہ لجنہ ضلع لاہور فوزیہ شمیم صاحبہ جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی بھی ہیں وہ کہتی ہیں کہ غیر معمولی خاتون تھیں۔ جب کبھی آپ کو چندے کی تحریک کی جاتی اور ان کو شرح صدر ہو جاتا تو دل کھول کر چندہ ادا کرتی تھیں۔ کبھی زبانی اور کبھی چٹ پر لکھ کر چندے کا وعدہ کر دیا کرتی تھیں اور بڑی رقم چندے کیلئے ادا کرتی تھیں اور ساتھ یہ کہتی تھیں کہ کہیں اس کا ذکر نہ ہو۔ بڑی سادہ خاتون تھیں۔ اپنے ذاتی معاملات میں بہت سادہ بلکہ بعض لوگ انہیں کنجوس سمجھتے تھے لیکن خود سادہ رہتی تھیں۔ صدقہ وخیرات میں بہت کھلا ہاتھ تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے اپنے علاقے میں مساجد کیلئے تحریک کی اور ان سے ذکر کیا تو ایک بہت بڑی خطیر رقم قریباً ایک کروڑ روپے کی مجھے چندے کیلئے بھجوا دی۔

پھر ان کی نواسی راضیہ کہتی ہیں۔ بہت سی نیک باتیں اور ہدایتیں بچپن سے ہی ہمیں کیا کرتی تھیں۔ چھوٹی عمر سے ہی نیک نصیب ہونے کی دعا کرنے کی تلقین کرتی تھیں۔ نیک شوہر ملنے کیلئے دعا کیلئے تلقین کیا کرتی تھیں اور چھوٹی عمر میں شرم آتی تو کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی شرم نہیں ہونی چاہیے اس سے کھل کر مانگو۔ دینی کتابیں باقاعدگی سے پڑھتیں اور اکثر گاڑی میں سفر کے دوران دعاؤں اور دعائیہ شعروں کو پڑھتی رہا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور اگلی نسل کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر دوسرا ذکر مکرمہ کلارا آپا صاحبہ اہلیہ رولان ساسن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان کا ہے جو گذشتہ ماہ فوت ہوگئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عطاء الرب چیمہ صاحب قزاقستان کے مبلغ لکھتے ہیں کہ 94ء-95ء میں انہوں نے بیعت کی توفیق پائی۔ قزاقستان کے ایک بہت معروف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے شوہر محترم رولان ساسن بائیف صاحب جماعت قزاقستان کے پہلے امیر جماعت اور صدر جمہوریہ کے ایڈوائزر بھی رہ چکے ہیں اور قزاخ زبان کے معروف ادیب بھی ہیں۔ خود کلارا صاحبہ بھی بہت اچھی مترجم اور مصنفہ تھیں۔ قزاقستان میں جماعت کے قیام کا سہرا کلارا صاحبہ اور ان کے شوہر محترم رولان صاحب کے سر ہے۔ محترمہ کلارا صاحبہ نے قرآن کریم کا قزاخ زبان میں ترجمہ بھی کیا جو بہرحال شائع تو نہیں کیا جا سکا لیکن اس سے ان کی جماعت کے ساتھ محبت بہت عیاں تھی کہ کس طرح وہ احمدیت کو قزاقستان میں پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی تھیں اور اس کیلئے حتی المقدور کوشش کرتی تھیں۔ مقامی ملاں لوگ مخالفت میں اس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اظہار بھی ضرور کیا کرتے ہیں کہ یہ احمدی ہیں اور قزاقستان میں احمدیت کو لانے والے یہی لوگ ہیں۔ مرحومہ کلارا صاحبہ کی بیٹی مَرحَبَ اساسین بائیوا لکھتی ہیں کہ وہ بہت اچھی مترجم تھیں۔ کثیر جہتی اور مضبوط شخصیت کی مالک تھیں۔ وہ بہت صاف اور چمکدار کردار کی حامل تھیں۔ 95ء میں لندن میں قائم شدہ قزاقستان کے ثقافتی مرکز ہاؤس آف آبائے کے بانیوں میں سے ایک تھیں۔ لندن میں ہی انہوں نے کتاب قزاقستان تحریر کی اور اس وقت ہی وہ جماعت سے متعارف ہوئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ صرف بچوں کی والدہ ہی نہیں تھیں بلکہ ان تمام کیلئے بھی جو اُن کے پاس مدد یا مشاورت کیلئے آتے تھے والدہ کا درجہ رکھتی تھیں۔

نورم تائیبیک صاحب کہتے ہیں کہ جماعت کے تمام نوجوان احمدیوں اور عموماً تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کیلئے ماں کی جگہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال کے عرصہ میں کلارا صاحبہ کا وہ دور دیکھا ہے جس کے پہلے تین سالوں میں انتہائی جوش وجذبے کے ساتھ اور بعض اوقات ایک پہاڑ کی طرح جماعت کے دفاع اور جماعتی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ عمر، بیماری اور دیگر امور اور کتابوں کی تیاری وغیرہ کی وجہ سے بعد میں ان کی مصروفیت ہوگئی لیکن دل سے ہمیشہ وہ اسی کوشش میں رہتی تھیں کہ جماعت کا زیادہ سے زیادہ کام کریں اور خلافت اور جماعت سے ہمیشہ مخلص رہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ رولان صاحب اور کلارا صاحبہ قزاقستان میں ایک لمبا عرصہ سے حب الوطنی اور ملک وقوم کے اعلیٰ ترین ترقی کا نشان سمجھے جاتے ہیں۔ رولان صاحب کی کامیابیوں کا بڑا حصہ کلارا صاحبہ کا مرہون منت ہے جو جماعت احمدیہ قزاقستان کیلئے صرف ایک متحرک صدر لجنہ ہی نہیں تھیں بلکہ تمام جماعت احمدیہ قزاقستان کے پہلے امیر کی استاد بھی تھیں۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ کس طرح 96ء سے 99ء یا اسکے بعد تک بھی انہوں نے نہایت عمدہ طریق سے جماعت کے مشن ہاؤس میں لجنہ کی ہفتہ وار کلاس میں لجنہ کی حاضری کو یقینی بنایا جس میں لجنہ مربی صاحب سے مختلف سوال کرتی اور پھر انہیں ان سوالوں کے جواب بتائے جاتے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر کا کلارا صاحبہ سے بہتر مترجم نہیں ہوسکتا۔ کلارا صاحبہ تمام بزرگ احمدیوں میں سب سے بہترین احمدی تھیں جو جماعت کے نوجوان احمدیوں کے لیے روحانی تقویت کا ذریعہ تھیں۔ ان میں جماعتی اقدار یعنی حقیقی اسلام کی اصل روح قائم تھی۔ مشکل حالات میں بھی وہ کبھی ہمت نہ ہارتی تھیں بلکہ ہمیشہ خود بھی اور دوسروں کو بھی فتوحات کی طرف لے کر جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی کوششیں جو قزاقستان میں احمدیت کے بارے میں ہیں ان کو بھی پورا فرمائے اور ان کی دعاؤں کو بھی پورا فرمائے۔

اگلا ذکر ونگ کمانڈر عبد الرشید صاحب کا ہے جو گذشتہ مہینے فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے بیٹے فاروق کہتے ہیں کہ ان کے والد کا نام بابو شیخ عبد العزیز تھا جو سیکرٹری مجلس کارپرداز رہے اور ان کے تایا خان صاحب فرزند علی خان صاحب تھے جنہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی تاریخ میں پہلا امیر جماعت لاہور مقرر کیا۔ آپ کے والد نے اپنی جوانی میں خود مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اپنے والد کے بارے میں کہتے ہیں کہ رشید صاحب اپنے والدین کی واحد اولاد تھے۔ رشید صاحب کے والد کی پہلے شادی ہوئی پھر ان کے احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے بیوی اپنی دو بیٹیوں سمیت چھوڑ گئی پھر دوسری شادی ہوئی تو اس سے رشید صاحب پیدا ہوئے لیکن کہتے ہیں کہ والدین کے بہت تابعدار تھے۔ ہمیشہ خدمت کرتے اور تابعداری سے ان کی ہر بات مانتے۔ پارٹیشن تک والد صاحب نے قادیان میں ہی تعلیم حاصل کی۔ پھر کہتے ہیں پارٹیشن کے موقع پر آپ بھی دیگر قافلوں کے ہمراہ قادیان سے لاہور پہنچے اور پھر شروع کی چند فیملیوں کے ہمراہ اپنے والدین سمیت ربوہ جا کر آباد ہو گئے۔ 54ء کے لگ بھگ انہوں نے ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور مختلف ایئر بیسز (air bases) میں تعینات رہے۔ جہاں بھی رہے احمدیت کا خوب اظہار کرتے رہے۔ لیبیا میں بھی کچھ عرصہ ان کو ڈیپوٹیشن پہ پاکستانی حکومت کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کی فائل پہ لکھا ہوا تھا یہ قادیانی ہے، نہیں جا سکتا لیکن ان کے افسر نے ان کو پھر بھی بھیج دیا کہ تمہارے جیسا افسر مجھے اَور کوئی نظر نہیں آ رہا۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب کہتے تھے کہ ایک دفعہ پاکستان کے لیبیا میں سفیر سے ملاقات تھی۔ جب آپ سفیر کے آفس میں داخل ہوئے تو ایک طرف عربی زبان میں جماعت کے خلاف کتابیں اور پمفلٹ رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے (رشید صاحب نے) بڑی جرأت سے سفیر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ اس نے جواب دیا یہ سب کچھ لغویات ہیں۔ فکر نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ یہ ضیاء الحق کی حکومت کی طرف سے چھپوا کر ہمیں بھجوایا گیا ہے کہ اپنے ملکوں میں تقسیم کریں اور تمام عرب ایمبیسیز کو یہ بھیجا گیا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ 1982ء میں ان کی ایک رپورٹ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سپین آئے ہوئے تھے تو وہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خود اپنے ہاتھ سے خط پہ لکھ کے ان کو امیر جماعت لیبیا مقرر کیا اور آپ لیبیا کے پہلے امیر جماعت تھے۔ نمازوں کی ادائیگی تو خیر ہے ہی کہ ایک مومن کا فرض ہے۔ تلاوت قرآن کریم اور چندہ جات کی ادائیگی میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔ وفات سے پہلے ہی اپنا حصہ آمد ادا کر چکے تھے۔ وقفِ جدید، تحریک جدید کے چندے اپنی طرف سے بھی اور بزرگوں کی طرف سے بھی ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک واقعہ اپنے بیٹے کو بیان کیا۔ بیٹے نے لکھا ہے کہ ربوہ کے شروع دنوں میں کسی موقع پر خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلایا، گرمیوں کے دن تھے۔ کہتے ہیں جب ابا جان کمرے میں داخل ہوئے تو حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جب آپ اٹھے تو حضور کے بدن پر چٹائی کے نشان موجود تھے۔ ان باتوں کی وجہ سے کہتے ہیں ہم بچوں کے دل میں بھی خلافت سے محبت اور اطاعت کا بڑا تعلق پیدا ہوا اور بہت اثر ہوا۔

1984ء میں ایئر فورس سے سکواڈرن لیڈر کے عہدے سے، رینک سے ریٹائر ہوئے۔ پھر ربوہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور صدر عمومی اور قضا کے دفتر میں کچھ عرصہ کام کیا۔ غریب پرور انسان تھے اور ہر ایک کی ضرورتوں کا خیال رکھا کرتے تھے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے جاتے ہوئے آخری وصیت بھی یہی کی کہ غریبوں کا خیال رکھنا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب امریکہ کا ہے۔ ان کی وفات بھی گذشتہ مہینے ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کی چھوٹی بہو تھیں۔ مرحومہ خلافت کی شیدائی، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے منعم نعیم صاحب ہیومینٹی فرسٹ یو ایس اے کے چیئرمین ہیں اور ڈاکٹر عبد المنان صدیقی صاحب کی یہ ساس تھیں۔ ان کی بیٹی امۃ الشافی اہلیہ ڈاکٹر منان صدیقی صاحب لکھتی ہیں کہ ہر کسی سے پیار اور محبت کا سلوک کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ان کیلئے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ مخلص مشورہ دیا کرتی تھیں۔ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے محبت کا سلوک کرنا ان کا خاص وصف تھا۔ جوانی کی عمر سے تہجد گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔ جمعہ کے دن خاص عبادت میں گزارتے ہوئے انہیں ہم نے اپنے بچپن سے دیکھا۔ اپنا چندہ بروقت ادا کرنے کی فکر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بچوں کو بھی نیکیاں کرنے کی توفیق دے۔

اگلا ذکر حفیظ احمد گھمن صاحب کا ہے جو گذشتہ دنوں میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کا ان کو خاص شوق تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ ربوہ میں دینی خدمت کا بھی موقع ملا۔ وقت کے بے حد پابند تھے۔ مہمان نواز، بچوں پہ شفقت کرنے والے، انتہائی سادہ مزاج اور محنتی انسان تھے۔ زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی کا ورد رہتا۔ ہمدردی خلق میں بہت نمایاں تھے۔ خود کو تکلیف میں ڈال کر بھی دوسروں کو سکون مہیا کیا کرتے تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے، ان کے داماد کاشف حمید باجوہ یہاں ہمارے پی ایس دفتر میں اس وقت مربی کے طور پہ کام کر رہے ہیں۔ ان کی بیٹی امۃ القدوس کہتی ہیں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لباس سادہ، گھر سادہ، خوراک سادہ، تفاخر سے ہمیشہ بھاگتے تھے۔ انہیں ہمیشہ غریبوں کی مدد کا خیال رہتا تھا۔ باوجود وسائل کے اپنے اوپر کم خرچ کرتے تھے اور غریبوں پر زیادہ خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔ (الاخلاص: 2 تا 5)

طالب دُعا: نورالہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

ترجمہ: اور تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔ (بنی اسرائیل: 81)

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

خطبہ عید الاضحی

ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے ہر عمل میں تقویٰ کو سامنے رکھیں

''ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔'' (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اللہ تعالیٰ متقی کو کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتا، اگر اس بات کو ہم سمجھ جائیں تو ہم بھی اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن جائیں گے

تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں

اگر ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے رہے اور جھکے رہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی، ان شاء اللہ

اسیرانِ راہِ مولیٰ، دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنے والوں، پاکستانی احمدیوں نیز تمام مظلوموں اور محروموں اور بنی نوع انسان کیلئے خصوصی دعا کی تحریک

خطبہ عید الاضحیٰ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 21 / جولائی 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، (سرے) یو. کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (الحج: 38) ہرگز اللہ تک نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ اس تک پہنچے گا۔ اسی طرح اس نے تمہارے لیے انہیں مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بنا پر کہ جو اس نے تمہیں ہدایت عطا کی اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔

آج عیدِ قربان ہے جسے ہم عید الاضحیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس عید پر مسلمان بڑے ذوق شوق سے قربانیاں کرتے ہیں۔ بکروں، بھیڑوں، گائے، اونٹ کی قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں جانور اس عید کے موقع پر مسلمان دنیا میں ذبح ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر مکہ میں ہی لاکھوں جانور ذبح ہو جاتے ہیں۔ دو سال سے تو کووِڈ کی وجہ سے حج کی عام اجازت نہیں ہے اور صرف محدود تعداد کو حج کی اجازت ہے۔ اس لیے محدود تعداد میں حج کی وجہ سے قربانیاں بھی محدود ہو رہی ہیں لیکن عام حالات میں لاکھوں جانوروں کی قربانیاں مکہ میں ہوتی ہیں جنہیں سنبھالنا ہی مشکل ہے۔ جو قربانیاں سنبھالی جاتی ہیں کہتے ہیں کہ ان کا گوشت حکومت کی طرف سے غریب ممالک کو بھجوا دیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض دفعہ سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے تو یہ گوشت ضائع چلا جاتا ہے، اس کی بھی خبریں آتی رہتی ہیں۔ پھر عمومی طور پر جیسا کہ میں نے کہا مسلمان دنیا میں ہم دیکھتے ہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں جانور قربان کیے جاتے ہیں، ذبح کیے جاتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ بعض جگہ تو دکھاوے کے لیے اس طرح کوشش ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر بڑے جانور اَور مہنگے جانور خریدے جائیں اور پھر اپنے ماحول میں اس قسم کا اظہار ہو کہ ہم نے اتنی بڑی قربانی کی ہے اور پھر اس پر بڑا فخر ہوتا ہے اور پاکستان میں تو اب اس بات پر بھی فخر ہونے لگ گیا ہے کہ ہم نے احمدیوں کو عید قربان پر قربانی نہیں کرنے دی کیونکہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ یعنی ان مذہب کے ٹھیکیداروں کے نزدیک احمدی مسلمان نہیں ہیں اور عید کے تین دنوں میں جانوروں کی قربانی یا اسے ذبح کرنے کا حق صرف مسلمان کو ہے۔ کوئی احمدی کوئی جانور ذبح نہیں کر سکتا اور حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ حکومت کے افسران اور انصاف قائم کرنے والے ادارے، قانون نافذ کرنے والے ادارے ان مفاد پرست نام نہاد علماء کی باتوں کی وجہ سے احمدیوں کو قربانی کرنے سے روکتے ہیں۔ بہر حال جہاں بعض شریف افسران ہیں وہ اتنی رعایت کر بھی دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ چھپ کر قربانی کر لو ظاہر نہ ہو ورنہ ان علماء کے جذبات مجروح ہو جاتے ہیں اور ایک فتنہ وفساد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تو ملک کی حالت ہو چکی ہے۔ اسلام کے نام پر نام نہاد ملّاں کا دین نافذ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور حکومت ان کا ساتھ دیتی ہے یا مجبور ہوتی ہے کہ خاموش رہے۔ اس تعلیم کا اسلام کی تعلیم سے کچھ بھی واسطہ نہیں ہے۔ بہر حال جماعت احمدیہ کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ مخالفین احمدیت کا یہ طریق ہے۔ جو بھی طریقہ وہ بروئے کار لا سکیں، جو طریقہ بھی اختیار کر سکیں وہ طریق اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں کسی طرح احمدیوں کو تنگ کیا جائے۔ اور یہ طریق ان میں اس لیے رائج ہے اور بڑھتا جا رہا ہے اور ہمیشہ سے یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں میں تقویٰ نہیں ہے۔ اسلام کے نام پر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ظلم کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام کی بہت خدمت کر رہے ہیں اور نیکی کے اعلیٰ معیار حاصل کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ تو ایک دن خدا تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا کہ تقویٰ کیا ہے اور تقویٰ پر چلنے والے کون لوگ ہیں، نیکی کے معیار کیا ہیں، خدا تعالیٰ کے نزدیک صحیح کون ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلط کون ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں۔ اگر ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے رہے اور جھکے رہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی، ان شاء اللہ۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ اگر تقویٰ نہیں ہے تو صرف تمہارے بڑے اور مہنگے جانوروں کی قربانیاں خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو ان حاجتوں سے پاک ہے۔ پس ہمیں ان باتوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیں قربانی سے روکا گیا یا مولوی یا حکومتی کارندے ہمارے جانور اٹھا کر لے گئے۔ بعض جگہ تو یہ ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو موقع مل گیا کہ جانور ذبح کر لیا اور ان کو پتہ لگے تو وہ کہتے ہیں یہ تمہارے لیے حرام ہے، جائز نہیں، اور اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ یہ گوشت ان کے ہاں جا کر حلال ہو جاتا ہے چاہے وہ احمدی نے ذبح کیا ہو۔ بہر حال اگر ہم نے تقویٰ پر چلتے ہوئے اس قربانی کا ارادہ کیا اور قربانی کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ہاں مقبول ہے اور اگر یہ تقویٰ سے خالی قربانی ہے تو پھر بے فائدہ صرف ایک جانور کا ذبح کرنا ہی ہے۔

پس ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے ہر عمل میں تقویٰ کو سامنے رکھیں۔ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہدی معہود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں تقویٰ کی حقیقت سمجھائی۔ ہمیں اس بات پر پریشان یا افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیں قربانی کا موقع نہیں ملا۔ اگر ہم زمانے کے امام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرتے رہیں گے اور تقویٰ پر قائم رہیں گے تو ہماری قربانیوں کے ارادے جو نیک نیتی سے کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں گے، ان شاء اللہ۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ تقویٰ پر قائم رہنے والے ایک شخص کا حج صرف اس کے ارادے کی وجہ سے قبول ہوا اور وہ خرچ اس نے کسی وجہ سے کہیں اور ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کر لیا اور عملاً حج کرنے والوں کے حج کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا۔ (ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 165، ممتاز اکیڈیمی اردو بازار لاہور)

پس اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اصل چیز تقویٰ ہے۔ ظاہری اعمال تقویٰ کے بغیر کچھ چیز نہیں ہیں۔ اس وقت میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماننے والوں میں کس قسم کا تقویٰ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم یہ پیدا کر لیں تو ہم خوش قسمت ہیں ورنہ اگر ہماری قربانی ہو بھی جاتی ہے اور وہ تقویٰ کے بغیر ہے اور اس سوچ کے ساتھ نہیں کہ ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کر رہے ہیں تو پھر یہ قربانی بے فائدہ ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار مرتبہ، بے شمار جگہوں پر تقویٰ کا ذکر آیا ہے اور اس تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مختلف مواقع پر، مختلف زاویوں سے ہمیں تقویٰ کی حقیقت سمجھائی ہے کہ اگر ہم یہ کچھ سمجھ جائیں تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ تمہارے گوشت اور تمہارے خون اللہ کو نہیں پہنچتے بلکہ تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں۔ چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے۔ یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 99 حاشیہ)

پس یہ معیار ہے اور اصل تقویٰ یہ ہے کہ ہر قربانی ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلانے والی ہو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مکمل پیروی کرنی ہے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''ظاہری نماز اور روزہ اگر اسکے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں۔'' ایک جگہ کھڑا رکھا ہاتھ اور دنوں تک کھڑا رکھا۔ وہاں خون کی سرکولیشن ختم ہو گئی اور سوکھ گیا۔ ''اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے ہیں اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتیں۔'' کوئی نور ان کو حاصل نہیں ہوتا، کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔ کوئی روحانیت میں ترقی نہیں ہوتی۔ ''اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں

جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔'' اصل چیز کیا ہے؟ اس کی روح کیا ہے؟ تمہارے دل کی اندرونی خواہشات کیا ہیں؟ اصل چیز تو یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ظاہری عبادتیں اور عمل کوئی چیز نہیں۔ آپ نے سوال اٹھایا کہ ''اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اصل مقصد ہے۔'' ظاہری طور پر اگر جسم کو استعمال نہیں کروگے تو روح پہ بھی اثر نہیں ہوتا۔ روح اور جسم کا ایک تعلق ہے'' اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔'' صرف جسم سے کام لیتے ہیں۔ روح کا کوئی تعلق نہیں۔ ''روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے......غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونو برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہوجاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہوجاتی ہے۔'' انسان کے دل کے اندر ایک عاجزی کی کیفیت پیدا ہو تو پھر جسم میں بھی اس کا اظہار ہوجاتا ہے ''اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اسکے آثار خود بخود ظاہر ہوجاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔'' (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 420-421) ظاہری طور پر کروگے اور یہ سامنے رکھ کے کروگے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہم نے کرنا ہے تو وہ ظاہر بھی روح پر اثر انداز ہوجاتا ہے۔ اس بات پہ توجہ دلاتے ہوئے کہ جماعت کو خاص طور پر تقویٰ کی ضرورت ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''ہماری جماعت کیلئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اسکے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہوجاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کیلئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہوسکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کردیتا ہے۔'' کسی کے منہ پر سیاہ چٹاک پڑ جائے تو بڑی فکر پیدا ہوجاتی ہے ''کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کُل منہ کو کالا نہ کردے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔'' گناہوں کا دل پر ایک داغ ہوتا ہے اور اگر وہ بڑھنا شروع ہو تو پھر وہ دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ پس اس سیاہ داغ کو دھونے کے لیے ہمیں تقویٰ کی ضرورت ہے۔ استغفار کی ضرورت ہے اور اس طرف بہت توجہ کرنی چاہیے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ ''صغائر سہل انگاری سے کبائر ہوجاتے ہیں۔'' اگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر، چھوٹے چھوٹے گناہوں پر، چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر توجہ نہیں دوگے تو پھر وہ بڑھتے بڑھتے بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ ''صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخرکار کُل منہ کو سیاہ کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے ویسا ہی قہّار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف و گزاف تو بہت کچھ ہے۔'' بہت دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے یہ کردیا، ہم نے وہ کردیا ہے۔ ہم یہ کردیں گے'' اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اُس کا غیض و غضب بڑھ جاتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اور کریمیت کام نہیں آتی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا غیض و غضب بڑھتا ہے کہ دعویٰ کچھ اور عمل کچھ۔ ''پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔'' کفار کے ذریعہ سے پھر سزا بھی دلوا دیتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کیے گئے۔'' جنگیں ہوئیں، مسلمان تباہ ہوئے۔ ''جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ میری راہ میں جہاد کروگے، لڑوگے تو میں تمہاری مدد کروں گا لیکن یہاں تو الٹا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں نے تو شکستیں کھائیں اور بڑی ہزیمت اٹھائی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں ''لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ'' زبان ''لا الٰہ الا اللہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اَور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رُو بدنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔'' (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 10-11)

پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ ہم نے جب مسیح موعودؑ کو ماننے کا اعلان کیا ہے اور یہ عہد کیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے تو پھر ہمیں ہر وقت اپنے دل کو ٹٹولنے کی بھی ضرورت ہے۔ ہر موقع پر ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے دل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کررہے ہیں اور پھر ہمارے عمل اس کی پیروی کررہے ہیں۔

پھر اس بات کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہ متقی کی علامات کیا ہیں، حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: پس ہمیشہ دیکھنا چاہیے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ یعنی دیکھیں کہ قرآن کریم نے کیا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا بے شمار احکامات دیے ہیں ان کو دیکھو۔ اس معیار کو اپنے سامنے رکھو کہ اس پر کس حد تک ہم عمل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا سے آزاد کرکے اس کے کاموں کا خود متکفل ہوجاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا: وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ○ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 3-4) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لیے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لیے ایسی روزی کے سامان پیدا کردیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام نہیں چل سکتا۔' جب تک وہ جھوٹ بول کے، اپنی چیز کی تعریف کر کے غلط رنگ میں اس کو بیچنے کی کوشش نہ کرے کام نہیں چلے گا۔ اس لیے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا۔'' چیز بیچنے کے لیے جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے کے لیے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہوجاتا اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو (پھر) خدا تعالیٰ نے (بھی) اسے چھوڑ دیا۔ تم اللہ کو چھوڑوگے اللہ تمہیں چھوڑ دے گا اور جب رحمان چھوڑ دے۔ رحمان خدا نے جب چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔ پھر شیطان بڑھ بڑھ کر قریب آئے گا اور دوست بنے گا۔ فرمایا یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسا کروگے تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسۡبُہٗ لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لیے تھیں اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکات تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور میں حارج ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات، جلد 1، صفحہ 12)

پس اللہ تعالیٰ متقی کو کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ اگر اس بات کو ہم سمجھ جائیں تو ہم بھی اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن جائیں گے۔

پھر اس بات کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ''خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ پہ کوئی اجارہ داری نہیں ہوسکتی وہ تو تقویٰ کو چاہتا ہے جس میں تقویٰ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا ہوجائے گا۔ ''جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت میں تو عزت نہیں پائی گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضل الٰہی تھا ان صِدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں جو صِدق الٰہی تھا، صدق تھا اس کی وجہ سے فضل ہوا۔ ''یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابوالانبیاء تھے انھوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے'' اور قربانی کی۔ ''ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صِدق و وفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب: 57) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اَوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے۔'' اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ نہ ہوسکے لیکن اللہ تعالیٰ نے خود استعمال نہیں کیے ''یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیرون تھی'' اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف ایسی کی جو اس کی کوئی حدیں مقرر نہیں تھیں اور نہ اللہ تعالیٰ مقرر کرنا چاہتا تھا۔ ''......اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ آپؐ کی ہمت و صدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خود حضرت مسیحؑ کے وقت کو دیکھ لیا جاوے کہ ان کی ہمت یا روحانی صدق و وفا کا کہاں تک اثر ان کے پیرووں پر ہوا۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ایک بَد روش کو درست کرنا کس قدر مشکل ہے۔ عاداتِ راسخہ کا گنوانا کیسا محالات سے ہے۔'' جو عادتیں پکّی ہوجائیں ان کو کسی سے چھڑوانا بڑا مشکل کام ہے ''لیکن ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہزاروں انسانوں کو درست کیا'' ہزاروں لوگوں کی بری عادتیں چھڑوائیں ''جو حیوانوں سے بدتر تھے۔'' صرف بُری عادتیں نہیں تھیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ ''بعض ماؤں اور بہنوں میں حیوانوں کی طرح فرق نہ کرتے تھے۔ یتیموں کا مال کھاتے۔ مُردوں کا مال کھاتے۔ بعض ستارہ پرست، بعض دہریہ، بعض عناصر پرست تھے۔ جزیرہ عرب کیا تھا۔ ایک مجموعہ مذاہب اپنے اندر رکھتا تھا۔''

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 37-38)

مختلف قسم کے مذہب اس میں موجود تھے۔ مختلف قسم کے لوگ موجود تھے لیکن آپؐ نے ان سب میں ایک انقلاب پیدا کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ مقام ہے جس کا ادراک ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمایا۔ پھر بھی یہ نام نہاد علماء کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لہٰذا احمدیوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلامی طریق پر عبادات بجالائیں اور رسومات ادا کریں اور اس سنت پر عمل کریں جس پر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ یہ لاکھ کوششیں کرلیں پھر بھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ کا مقام جو ہمارے دلوں میں ہے اسے ہمارے دلوں سے چھین نہیں سکتے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

منافقوں پر سب سے گراں نماز عشاء اور فجر ہے
کاش کہ وہ جانتے جو ثواب عشاء اور فجر کی نماز میں ہے

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ذکر العشاء)

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلاپالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کیا
اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا سوائے اسکے کہ وہ ایسا گناہ کرے جو ناقابل معافی ہو

(جامع ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب فی رحمۃ الیتیم، حدیث 1840)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی شکر گزاری کے لیے تقویٰ شرط ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کا پاس بھی رکھتا ہے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان پوچھنے پر الحمد للہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے۔‘‘ اتنی بات کافی نہیں ہو جاتی کہ کہہ دیا الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ ’’اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں۔‘‘ حقیقی سپاس گزاری کیا ہے حقیقی شکر گزاری کیا ہے طہارت اور تقویٰ۔ اگر اس کی راہیں اختیار کر لیں ’’تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 78)

پھر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ تقویٰ کی راہیں اختیار کرو کیونکہ یہی شریعت کا خلاصہ ہے آپؑ فرماتے ہیں ’’چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت سے ہیں لیکن اگر طالبِ صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلبِ صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔‘‘ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تقویٰ پر چلو گے تو بڑے مرتبے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ بڑی نیکیاں کرنے کی بھی توفیق ملے گی۔ کبھی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے اور یہی حقیقی رنگ میں تقویٰ پر چلنے والوں کا کام ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدۃ:28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا۔‘‘ کبھی اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ ’’جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (الرعد:32) پس جس حالت میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لیے ایک غیر مُنفک شرط ہے۔‘‘ ایک ضروری شرط ہے ’’تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تاکہ قبولیت دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 108-109)

تقویٰ کی اہمیت اور اپنے آنے کی غرض بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ’’ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہئے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔‘‘ تلواروں سے جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ تقویٰ اپنے اندر پیدا کرو تو فتوحات ہی ملیں گی۔ ’’یہ حرام ہے۔‘‘ یعنی تلوار اٹھانا اب حرام ہے۔ ’’اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔‘‘ سب سے بڑی کامیابی جماعت کی یہی ہے کہ تقویٰ کے میدان میں ترقی کرو ’’اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض‘‘ جو ’’تقویٰ ہے‘‘ ’’مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔‘‘ تقویٰ کی طرف تو کوئی توجہ نہیں۔ دنیا کی وجاہتوں کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ انہی کو خدا سمجھتے ہیں اور اسی لیے دین سے بھی ہٹ رہے ہیں۔ ’’حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکّل نہیں ہو سکتے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 357-358)

پس اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ہم نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔ تقویٰ پر چلنا ہے اور یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔

پھر آپؑ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو! طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔‘‘ کوئی اثر نہیں ہو گا پھر دوائی کا۔ ’’پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔‘‘ وہ تقویٰ اختیار کرو، اتنی صفائی کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والی ہے۔ ’’اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے۔‘‘ متقی انسان کے اور غیر متقی کے ایک فرق ظاہر کر دیتا ہے، ایک روشن فرق ظاہر کر دیتا ہے، واضح فرق ظاہر کر دیتا ہے۔ ’’اور پھر اسکو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ‘‘ فرماتا ہے کہ ’’یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق:4) پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمّی ہو‘‘ اَن پڑھ ہو ’’مگر متقی ہو وہ معزز ہو گا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 361-362)

اسلام میں تو وہی معزز ہو گا جس میں تقویٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی معزز ہے جس میں تقویٰ ہے۔

متقی کون ہے؟ متقی بننے کی کیا شرائط ہیں؟ پھر متقی سے اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک ہوتا ہے؟ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلف حقوق، ریا، عجب (یعنی تکبر وغیرہ)، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو۔‘‘ (یہ چیزیں، ساری برائیاں چھوڑے) ’’تو اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے۔‘‘ (سب برے اخلاق سے صرف بچنا کافی نہیں بلکہ پھر اخلاق فاضلہ میں ترقی کرنے کی ضرورت ہے) ’’لوگوں سے مروّت، خوش خُلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔‘‘ (خدمات کے مقامِ محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق ادا کرے جس کی خدا تعالیٰ بھی تعریف کرے اور بندے بھی۔ بندوں کو بھی یہ نظر آئے کہ ہاں یہ شخص ہے جو ہمارے حق ادا کرنے والا ہے اور اگر تقویٰ ہو گا تو پھر ہی ایسا معیار حاصل ہو سکتا ہے جس کیلئے ہر مومن کو کوشش کرنی چاہئے) ’’خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں‘‘ (جن میں یہ باتیں پیدا ہو جائیں) ’’وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ یعنی اگر ایک ایک خلق فرداً فرداً کسی میں ہو تو اسے متقی نہ کہیں گے۔‘‘ (تمام بُری باتوں سے پرہیز، ان سے بچنا، ان کو چھوڑنا اور نیک اخلاق کا اختیار کرنا۔ یہ جب ہو گا تبھی تقویٰ پیدا ہو گا۔ یہ نہیں کہ ایک اچھا اخلاق ہمارے اندر ہے یا ایک برائی ہمارے اندر نہیں ہے اس سے انسان متقی نہیں بن جاتا۔ ’’جب تک بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ اس میں نہ ہوں‘‘ (وہ متقی نہیں کہلا سکتا) ’’اور ایسے ہی شخصوں کیلئے لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرۃ:63) ہے۔ کوئی خوف نہیں ان کو ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ فرمایا کہ ’’اس کے بعد ان کو کیا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولّی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَ ہُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیۡنَ (الاعراف:197) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اَور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لیے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے۔‘‘ (ماخوذ از ملفوظات، جلد 4، صفحہ 400-401)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ’’قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حِصنِ حصین ہے۔‘‘ ایک محفوظ قلعہ ہے تقویٰ۔ اگر اس میں تقویٰ پیدا ہو جائے تو قلعہ میں محفوظ ہو گئے۔ ہر قسم کے فتنے سے بچو گے۔ ہر قسم کے فساد سے بچو گے۔ ہر قسم کی برائی سے بچو گے۔ ’’ایک متقی انسان بہت سے ایسے فضول اور خطرناک جھگڑوں سے بچ سکتا ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہو کر بسا اوقات ہلاکت تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جلد بازیوں اور بدگمانیوں سے قوم میں تفرقہ ڈالتے اور مخالفین کو اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن، جلد 14، صفحہ 342)

پس یہ ہیں وہ باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تحریرات میں، اپنے ارشادات میں بیان فرمائیں۔ آپؑ نے تقویٰ کے مضمون کو بے شمار جگہ کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اپنے ماننے والوں کو بار بار تاکید فرمائی ہے کہ میرے ماننے سے تمہیں اسی وقت فائدہ ہو سکتا ہے جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشادات کے مطابق اپنی حالتوں کو تقویٰ کے معیار پر لاؤ گے ورنہ نری بیعت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

پس آج اس عید پر جس کے خاص حوالے سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تمہارے ظاہری عمل اگر وہ تقویٰ سے خالی ہیں تمہیں اللہ کا مقرب نہیں بنا سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم نے اس معیار کے مطابق اپنے آپ کو لانا ہے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی ہے جہاں ہمارا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہیں اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ضرور ہمیں وہ کچھ عطا فرمائے گا جس کا اس نے تقویٰ پر چلنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے اور مخالفین کی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں اور ہمارے لیے کوئی افسوس کی بات نہیں ہو گی کہ ہمیں جانوروں کی قربانی سے روکا گیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں تو پھر قربانی کر کے بھی ہمارے لیے کوئی حقیقی خوشی کا مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ہم دعا بھی کریں گے۔ دعا میں اسیران راہ مولیٰ کو خاص طور پہ یاد رکھیں جو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اور قربانیاں بھی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ پھر ان لوگوں کو بھی یاد رکھیں جو مختلف تکلیفوں سے اپنے دین اور ایمان کی وجہ سے گزر رہے ہیں۔ احمدی ہونے کی وجہ سے ان کے کاروباروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پاکستان میں عموماً افرادِ جماعت پر تنگی اور ظلم وارد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کے حق دار ہونے کے باوجود انہیں بعض جگہ ملازمتوں سے نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح تمام مظلوموں اور محروموں کے لیے دعا کریں۔ بنی نوع انسان کیلئے دعا کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکیں۔ دنیا جس تباہی کی طرف جا رہی ہے اللہ تعالیٰ انہیں عقل دے کہ اس تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچ سکیں اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں اور اپنی حالتوں کو بدلنے والے ہوں ورنہ ایک بہت بڑی تباہی منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کے لیے یہ عید ہر لحاظ سے بہت بابرکت اور مبارک فرمائے۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر ✡ یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی ✡ سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✡ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✡ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کے متعلق بعض اعتراضات کا جواب

اس جگہ یہ ذکر ضروری ہے کہ بعض عیسائی مؤرخین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کے عرب میں آباد ہونے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے اور اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسلِ اسمٰعیل میں سے ہونا بھی ان کے نزدیک غیر مسلّم ہے۔ نیز ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جس بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تھا وہ جیسا کہ بائیبل میں بیان ہوا ہے حضرت اسحاقؑ تھے نہ کہ حضرت اسمٰعیل۔ اِن ہر دو اعتراضات کا جواب مختصر طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

(1) حضرت اسمٰعیل کا عرب میں آ کر آباد ہونا اور قریش مکّہ کا حضرت اسمٰعیل کی نسل میں سے ہونا عرب کی متحدہ روایات سے قطعی طور پر ثابت ہے اور عرب کی کوئی ایک روایت بھی اسکے خلاف نہیں پائی جاتی۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے اور نہ آپؐ کے بعد۔ اور چونکہ کسی قوم کی تاریخ کے متعلق سب سے مقدم شہادت اسکی اپنی صحیح روایات ہی ہوتی ہیں اس لیے مذکورہ بالا شہادت کے ہوتے ہوئے کوئی غیر متعصب شخص اس بات میں شک نہیں کرسکتا کہ حضرت اسمٰعیل عرب میں آ کر آباد ہوئے اور قریش کا قبیلہ آپ ہی کی مبارک نسل میں سے تھا۔

(2) قرآن شریف نے بھی جس کی تاریخی اسناد دوست و دشمن میں مسلّم ہے قریش کو نسلِ ابراہیم میں شمار کیا ہے۔

(3) خود بائیبل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سارہ کی ناراضگی کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ وطن سے بے وطن ہوئے تھے اب اگر حجاز وہ ملک نہیں جہاں وہ آ کر آباد ہوئے تو پھر وہ جگہ کونسی ہے جہاں اُن کی نسل پائی جاتی ہے۔

(4) بائیبل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسمٰعیل اور اُن کی والدہ ایسی جگہ جا کر آباد ہوئے تھے جو غیر آباد اور بیابان جگہ تھی جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی اور نہ کوئی آبادی تھی۔ اور یہ نقشہ مکّہ کی وادی غیر ذی زرع پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔

(5) پھر بائیبل سے ہی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وطن سے نکلنے کے بعد حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل فاران میں جا کر آباد ہوئے تھے۔ اور قطع نظر اس کے کہ فاران کے معنے ہی ایک غیر آباد بنجر جگہ کے ہیں، عرب کے جغرافیہ دان اس بات پر متفق ہیں کہ فاران مکّہ یا حجاز کی پہاڑیوں کا نام ہے۔ اور جو لوگ عرب میں ہو آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان وادی فاطمہ میں جو بچے گُلِ جذیمہ بیچتے نظر آتے ہیں، اُن سے اگر یہ پوچھا جاوے کہ یہ پھُول کہاں سے لائے گئے ہیں تو اُن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مِنۡ بَرِیَّۃِ فَارَان یعنی دشتِ فاران سے۔ اس شہادت کے ہوتے ہوئے اگر فاران کسی اَور جگہ کا بھی نام ہے تو بے شک ہو لیکن جب کہ حجاز میں بھی فاران کا ہونا ثابت ہے تو لامحالہ نسلِ اسمٰعیل سے تعلق رکھنے والا فاران یہی حجاز والا فاران سمجھا جائے گا نہ کہ کوئی اَور۔

(6) بائیبل میں یہ بھی مذکور ہے کہ وطن سے نکلنے کے بعد حضرت اسمٰعیل کی نسل ''حویلہ سے لے کر شور تک'' بستی تھی۔ اور خود عیسائی محققین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حویلہ اور شور سے عرب کی مقابل کی اطراف مراد ہیں۔

(7) بائیبل میں حضرت اسمٰعیل کے متعلق وحشی یعنی جنگل میں رہنے والے کے الفاظ بھی آتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات بطور پیشگوئی کے مذکور ہے کہ اسمٰعیل جنگل میں بسنے والا ہوگا اور یہ بات حضرت اسماعیل کے مکّہ میں آباد ہونے کے ساتھ بالکل مطابقت کھاتی ہے۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ خود لفظ عرب کے معنے بھی جنگل اور ویران علاقہ کے ہیں۔ جیسا کہ اعراب کے لفظ سے ظاہر ہے جس کے معنے جنگل کے رہنے والوں کے ہیں۔

(8) مسیحیوں کے مشہور امام پولوس یعنی سینٹ پال نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ کو عرب سے نسبت ہے۔

(9) قیدار جو مسلّمہ طور پر حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھا، اس کے متعلق بائیبل سے یہ بات ثابت ہے کہ اُس کی نسل عرب میں آباد تھی۔

(10) اِسی قیدار بن اسمٰعیل کے متعلق انسائیکلو پیڈیا میں یہ الفاظ درج ہیں کہ ''وہ اسمٰعیل کا بیٹا تھا، جس کی نسل عرب کے جنوبی حصّہ میں آباد ہوئی۔''

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت اسمٰعیل عرب میں آباد ہوئے اور عرب کی آبادی کا ایک حِصّہ اُنہی کی نسل سے ہے اور جب یہ ثابت ہے تو عرب کی ان زبردست روایات کو جن سے قریش کا حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہونا ظاہر ہوتا ہے ردّ کرنا ہرگز انصاف پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ذبیح کون تھا؟ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں سے کس کو خُدا کی راہ میں قُربان کر دینے کا تہیّہ کیا تھا۔ سو اسکے متعلق پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہئے کہ یہ سوال کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ خواہ حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح ثابت ہوں یا اسحاقؑ اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی پر یا اسلام کے کسی بنیادی اصول پر اثر نہیں پڑتا، مگر ایک تاریخی واقعہ کے لحاظ سے یہ بات ضرور قابلِ تحقیق ہے کہ ذبیح کون ہے؟ سو جیسا کہ ہم نے اُوپر بیان کیا ہے ہماری رائے میں دُرست بات یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیلؑ تھے نہ کہ حضرت اسحاقؑ۔ بے شک بائیبل میں حضرت اسحاق کو ذبیح بیان کیا گیا ہے مگر اوّل تو بائیبل کی تاریخی حیثیت زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ دُوسرے خود بائیبل ہی کے بیان سے یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے اور اسلامی روایات کی شہادت مزید برآں ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں ہمارے دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

(1) قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ نے ہم سے نیک اور صالح اولاد کی دُعا کی اور ہم نے اُسے ایک حلیم بیٹے کی بشارت دی۔ اور جب وہ لڑکا کچھ بڑا ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس پر ابراہیمؑ اپنے اس بیٹے کو خدا کی راہ میں جسمانی طور پر قربان کر دینے کیلئے تیار ہو گئے اور بیٹے نے بھی خدائی حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، لیکن عین اس وقت جب کہ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو گرا کر اس کے گلے پر چھُری پھیرنے لگے خدائی فرشتہ نے اُنہیں اس فعل سے روک دیا...... الخ۔ اور پھر اس کے بعد آگے چل کر آتا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰق کی بشارت دی۔ اس بیان سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ جس بیٹے کے ذبح کرنے کیلئے حضرت ابراہیمؑ تیار ہوئے تھے وہ اسمٰعیل تھے نہ کہ اسحٰق کیونکہ قرآن شریف نے حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے کا ذکر کر کے اُس کے ساتھ ذبح کے واقعہ کو جوڑا ہے اور اسحٰق کی پیدائش کا اس کے بعد ذکر کیا ہے، حالانکہ اگر حضرت اسحٰق ذبیح ہوتے تو ذبح کا ذکر اسحٰق کے ساتھ ملا کر ہونا چاہئے تھا نہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے کے ساتھ۔

(2) قرآن شریف میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ خُدا نے جب حضرت ابراہیم کو حضرت اسحٰق کی بشارت دی تو اس کے ساتھ ہی اسحاق کے بیٹے یعقوب کی بھی بشارت دی یعنی ایک ہی وقت میں بیٹے اور پوتے دونوں کی بشارت دی گئی۔ اب جب شروع سے ہی حضرت اسحٰق کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب کی بشارت بھی موجود تھی تو یہ کس طرح ممکن ہوسکتا تھا کہ حضرت ابراہیم اسحاق کو جسمانی طور پر قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتے جب کہ وہ جانتے تھے کہ اس کی زندگی کم از کم اس وقت تک مقدر ہے کہ اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہو۔

(3) حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اَنَا ابۡنُ الذَّبِیۡحَیۡنِ یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ یعنی ایک حضرت اسمٰعیل اور دوسرے عبداللہ بن عبدالمطلب جنہیں آپؐ کے دادا نے ایک نذر کے نتیجہ میں قُربان کرنا چاہا تھا اور وہ اس کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ اس حدیث سے کم از کم اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محقق بات یہی تھی کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے نہ کہ حضرت اسحاق۔

(4) بائیبل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں یہ طریق رائج تھا کہ سب سے بڑا بچہ خُدا کیلئے وقف کر دیا جاتا تھا۔ اور چونکہ وقف بھی رُوحانی رنگ میں ذبح کا ہم معنے ہے، اس لئے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں اس رَسم کے پائے جانے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے، کیونکہ وہ حضرت ابراہیم کے بڑے لڑکے تھے اور اسحٰق چھوٹے۔

(5) ذبح کے متعلق قومی رنگ میں جتنی بھی رسوم تھیں وہ سب عربوں میں پائی جاتی تھیں اور اب بھی پائی جاتی ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی بنو اسرائیل میں نہیں پائی جاتی جو اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے نہ کہ حضرت اسحٰق۔ کیونکہ اگر ذبیح حضرت اسحٰق ہوتے تو یہ رسوم بنو اسمٰعیل کی بجائے بنو اسرائیل میں پائی جانی چاہئے تھیں، مگر معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے۔ مثلاً بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ لوگ جن کی زندگی خدا کیلئے وقف ہو جو ذبح کا حقیقی مفہوم ہے وہ بال منڈوانے سے باز رہتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ بائیبل حضرت اسحٰق کے ذبیح ہونے کی مدّعی ہے بنو اسرائیل میں ایسی کوئی رسم نہیں پائی جاتی جو اس قربانی کی یادگار سمجھی جاسکے۔ لیکن اس کے بالمقابل عربوں میں جو نسلِ اسمٰعیل میں سے ہونے کے دعویدار ہیں یہ رسم اسلام سے پہلے بھی پائی جاتی تھی اور اسلام کے بعد بھی جاری رہی۔ چنانچہ حج کے موقع پر قربانی سے پہلے عربوں میں بال منڈانے یا کترانے سے باز رہنے کا دستور تھا جو اسلام میں بھی قائم رہا۔ اسی طرح عربوں میں حج کے موقع پر جانوروں کی قربانی کا دستور تھا، جو اس مینڈھے کی قربانی کی یادگار تھا جو حضرت اسمٰعیل کے بدلے میں قربان کیا گیا۔ اور یہ دستور اسلام میں بھی قائم رہا۔ مگر بنو اسرائیل میں یہ رسم کہیں نظر نہیں آتی۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ قربانی کا ورثہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد نے پایا ہے نہ کہ حضرت اسحٰق کی اولاد نے۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم نے یہ ورثہ پایا ہے اُسی کا جدِّ اعلیٰ ذبیح سمجھا جانا چاہئے۔

(6) بائیبل میں مقام ذبح یعنی قربان گاہ ''موریا'' کو ظاہر کیا گیا ہے، مگر یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ جگہ کہاں واقع ہے۔ البتہ یہ ذکر ہے کہ یہ ایک پہاڑی جگہ ہے۔ بائیبل میں اس جگہ کے متعلق تصریح نہ ہونے کی وجہ سے خود یہودی اور مسیحی علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ جگہ کہاں اور کونسی ہے، لیکن غور کریں تو مکّہ کے پاس کی پہاڑی ''مروہ'' کے ساتھ یہ نام اور یہ تشریح بالکل منطبق ہو جاتی ہے۔ اور نام میں جو خفیف سا فرق ہے وہ زبانوں کے اختلاف کی بنا پر قابلِ لحاظ نہیں ہے۔ بے شک یہ دُرست ہے کہ اب حج کے موقع پر قربانی مروہ کے پاس نہیں ہوتی بلکہ منیٰ میں ہوتی ہے لیکن اوّل تو منیٰ اور مروہ ایک دُوسرے کے پاس ہی ہیں۔ دُوسرے حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل قربان گاہ مروہ ہی تھی مگر بعد میں حاجیوں کی کثرت کی وجہ سے آبادی سے فاصلہ پر مقرر کر دی گئی۔

(7) بائیبل نے باوجود اس کے کہ ذبیح حضرت اسحٰق کو بیان کیا ہے اس واقعہ کی تفصیل میں ایسی باتیں درج کی ہیں کہ وہ حضرت اسحٰق پر نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل پر صادق آتی ہیں۔ قربانی کا ذکر بائیبل میں کتاب پیدائش میں کیا گیا ہے، مگر اس بیان میں جہاں اسحٰق کو ذبیح کہا گیا ہے وہاں ساتھ ہی انہیں حضرت ابراہیمؑ کا اکلوتا بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہے، حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحٰق کسی صورت میں بھی حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے نہیں کہلا سکتے بلکہ اکلوتا کہلانے کا حق اگر کسی کیلئے سمجھا جا سکتا ہے تو وہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ کیونکہ حضرت اسمٰعیل تیرہ چودہ سال کی عمر تک حقیقۃً حضرت ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے تھے مگر حضرت اسحٰق کو کبھی بھی یہ پوزیشن حاصل نہیں ہوئی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابتداءً بائیبل میں بھی اسمٰعیل کو ہی ذبیح بیان کیا گیا تھا مگر بعد میں قومی رقابت کے جذبات سے متاثر ہو کر یہودی علماء نے اس نام کو بدل کر اسحاق کر دیا مگر تفصیلات میں بعض ایسی باتیں باقی رہ گئیں جو اس تحریف کو بے نقاب کر رہی ہیں۔ اسی طرح بائیبل کے اس بیان میں یہ مذکور ہے کہ بیٹے کے ذبح سے روک دینے کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ ''تُو نے میرے رستے میں قربانی کیلئے اپنا اکلوتا بیٹا دریغ نہ رکھا اب میں تیری اولاد میں بہت برکت دُوں گا اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی۔'' ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ذبیح وہ لڑکا ہے جس کی نسل میں وہ عظیم الشان نبی پیدا کیا جانا مقدّر تھا جو بلا امتیاز قوم وملّت ساری دُنیا کیلئے مبعوث ہونے والا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر پورا ہوا، کیونکہ آپؐ ہی وہ نبی ہیں جو ساری دُنیا کیلئے مبعوث ہوئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے نبی صرف خاص خاص قوموں کی طرف آتے تھے مگر میں سب اقوامِ عالم کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اسکے مقابل پر بنی اسرائیل کے آخری نبی یعنی حضرت مسیح ناصری کے یہ الفاظ خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں کہ ''مَیں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔'' اور یہ کہ مَیں بچوں (یعنی بنی اسرائیل) کی روٹی کُتّوں (یعنی غیر قوموں) کے آگے نہیں ڈال سکتا۔ اسرائیلی نبیوں کی یہ محدود رسالت اور اس کے مقابل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر دعوت اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ ساری قوموں کو برکت دینے کا وعدہ جو بیٹے کے ذبح کے انعام میں حضرت ابراہیمؑ سے کیا گیا وہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں پورا ہوا اور یہ کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل تھے نہ کہ اسحٰق۔ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ صفحہ 69 تا 74، مطبوعہ 2006 قادیان)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(442) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں غلام نبی صاحب سیٹھی نے جو پہلے راولپنڈی میں تجارت کرتے تھے اور آج کل قادیان میں ہجرت کر آئے ہوئے ہیں، مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خط دیا جو حضورؑ نے سیٹھی صاحب کو اپریل 1898ء میں اپنے دست مبارک سے لکھ کر ارسال کیا تھا۔اس خط میں مسئلہ سود کے متعلق حضرت کا ایک اصولی فیصلہ درج ہے اور اس لئے میں اسے ذیل میں نقل کرتا ہوں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم

مجی عزیزی شیخ غلام نبی صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

’’کل کی ڈاک میں مجھ کو آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کی اس نیک نیتی اور خوف الٰہی پر اللہ تعالیٰ خود کوئی طریق مخلصی پیدا کر دے گا۔اُس وقت تک صبر سے استغفار کرنا چاہئے۔اور سود کے بارے میں میرے نزدیک ایک انتظام احسن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قدر سود کا روپیہ آوے آپ اپنے کام میں اس کو خرچ نہ کریں بلکہ اس کو الگ جگہ جمع کرتے جائیں اور جب سود دینا پڑے اسی روپیہ میں سے دے دیں اور اگر آپ کے خیال میں کچھ زیادہ روپیہ ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ روپیہ کسی ایسے دینی کام میں خرچ ہو جس میں کسی شخص کا ذاتی خرچ نہ ہو بلکہ صرف اس سے اشاعت دین ہو۔میں اس سے پہلے یہ فتویٰ اپنی جماعت کیلئے بھی دے چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سود حرام فرمایا ہے وہ انسان کی ذاتیات کیلئے ہے۔حرام یہ طریق ہے کہ کوئی انسان سود کے روپیہ سے اپنی اور اپنے عیال کی معیشت چلاوے یا خوراک یا پوشاک یا عمارت میں خرچ کرے یا ایسا ہی کسی دوسرے کو اس نیت سے دے کہ وہ اس میں سے کھاوے یا پہنے۔لیکن اس طرح پر کسی سود کے روپیہ کا خرچ کرنا ہرگز حرام نہیں ہے کہ وہ بغیر اپنے کسی ذرہ ذاتی نفع کے خدا تعالیٰ کی طرف رد کیا جائے یعنی اشاعت دین پر خرچ کیا جائے۔قرآن شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہے جو چیز اس کی طرف آتی ہے وہ پاک ہو جاتی ہے بجز اس کے کہ ایسے مال نہ ہوں کہ انسانوں کی مرضی کے بغیر لئے گئے ہوں جیسے چوری یا رہزنی یا ڈاکہ، کہ یہ مال کسی طرح سے بھی خدا کے اور دین کے کاموں میں بھی خرچ کرنے کے لائق نہیں لیکن جو مال رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو وہ خدا تعالیٰ کے دین کی راہ میں خرچ ہو سکتا ہے۔دیکھنا چاہئے کہ ہم لوگوں کو اس وقت مخالفوں کے مقابل پر جو ہمارے دین کے ردّ میں شائع کرتے ہیں، کس قدر روپیہ کی ضرورت ہے۔گویا یہ ایک جنگ ہے جو ہم ان سے کر رہے ہیں۔اس صورت میں اس جنگ کی امداد کیلئے ایسے مال اگر خرچ کئے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔یہ فتویٰ ہے جو میں نے دیا ہے اور بیگانہ عورتوں سے بچنے کیلئے آنکھوں کو خوابیدہ رکھنا اور کھول کر نظر نہ ڈالنا کافی ہے۔اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔یہ تو شکر کی بات ہے کہ دینی سلسلہ کی تائید میں آپ ہمیشہ اپنے مال سے مدد دیتے رہتے ہیں۔اس ضرورت کے وقت یہ ایک ایسا کام ہے کہ میرے خیال میں خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کیلئے نہایت اقرب طریق ہے سو شکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دے رکھی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ہمیشہ آپ اس راہ میں سرگرم ہیں ۔ان عملوں کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ جزا دیگا۔ہاں ماسوائے اس کے دعا اور استغفار میں بھی مشغول رہنا چاہئے زیادہ خیریت ہے۔‘‘ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان، 24؍اپریل 1898ء

سود کے اشاعت دین میں خرچ کرنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی انسان عمداً اپنے تئیں اس کام میں ڈالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مجبوری سے جیسا کہ آپ کو پیش ہے یا کسی اتفاق سے کوئی شخص سود کے روپیہ کا وارث ہو جائے تو وہ روپیہ اُس طرح پر جیسا کہ میں نے بیان (کیا ہے) خرچ ہو سکتا ہے اور اسکے ساتھ ثواب کا بھی مستحق ہوگا۔غ۔‘‘

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس خط سے جسے میں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ وہ آپ ہی کا ہے مندرجہ ذیل اصولی باتیں پتہ لگتی ہیں۔

(1) سودی آمدنی کا روپیہ سود کی ادائیگی پر خرچ کیا جا سکتا ہے بلکہ اگر حالات کی مجبوری پیدا ہو جائے اور سود دینا پڑ جاوے تو اسکے واسطے یہی انتظام احسن ہے کہ سودی آمد کا روپیہ سود کی ادائیگی میں خرچ کیا جاوے۔مسلمان تاجر جو آج کل گردوپیش کے حالات کی مجبوری کی وجہ سے سود سے بچ نہ سکتے ہوں وہ ایسا انتظام کر سکتے ہیں۔

(2) سود کی آمد کا روپیہ باقی روپے سے الگ حساب کر کے جمع کرنا چاہیے تاکہ دوسرے روپے کے حساب کے ساتھ مخلوط نہ ہو اور اسکا مصرف الگ ممتاز رکھا جا سکے۔

(3) سود کا روپیہ کسی صورت میں بھی ذاتی مصارف میں خرچ نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی دوسرے کو اس نیت سے دیا جا سکتا ہے کہ وہ اسے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرے۔

(4) سودی آمد کا روپیہ ایسے دینی کام میں خرچ ہو سکتا ہے جس میں کسی شخص کا ذاتی خرچ شامل نہ ہو مثلاً طبع و اشاعت لٹریچر۔مصارف ڈاک وغیرہ ذلک۔

(5) دین کی راہ میں ایسے اموال خرچ کئے جا سکتے ہیں جن کا استعمال گو افراد کیلئے ممنوع ہو لیکن وہ دوسروں کی رضامندی کے خلاف نہ حاصل کئے گئے ہوں یعنی ان کے حصول میں کوئی رنگ جبر اور دھوکے کا نہ ہو جیسا کہ مثلاً چوری یا ڈاکہ یا خیانت وغیرہ میں ہوتا ہے۔

(6) اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ نازک حالت اس فتویٰ کی مُؤیّد ہے۔

(7) لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو عمداً سود کے لین دین میں ڈالے بلکہ مذکورہ بالا فتویٰ صرف اسی صورت میں ہے کہ کوئی حالات کی مجبوری پیش آجائے یا کسی اتفاق کے نتیجہ میں کوئی شخص سودی روپے کا وارث بن جاوے۔

(8) موجودہ زمانہ میں تجارت وغیرہ کے معاملات میں جو طریق سود کے لین دین کا قائم ہو گیا ہے اور جس کی وجہ سے فی زمانہ کوئی بڑی تجارت بغیر سودی لین دین میں پڑنے کے نہیں کی جا سکتی، وہ ایک حالات کی مجبوری سمجھی جاوے گی جس کے ماتحت سود کا لینا دینا مذکورہ بالا شرائط کے مطابق جائز ہوگا کیونکہ حضرت صاحب نے سیٹھی صاحب کی مجبوری کو جو ایک تاجر تھے اور اسی قسم کے حالات ان کو پیش آتے تھے اس فتویٰ کی اغراض کیلئے ایک صحیح مجبوری قرار دیا ہے۔گویا حضرت صاحب کا منشاء یہ ہے کہ کوئی شخص سود کے لین دین کو ایک غرض وغایت بنا کر کاروبار نہ کرے۔لیکن اگر عام تجارت وغیرہ میں گردوپیش کے حالات کے ماتحت سودی لین دین پیش آجاوے تو اس میں مضائقہ نہیں اور اس صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فتویٰ دیا گیا ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ سود میں ملوث ہونے کے اندیشہ میں مسلمان لوگ تجارت چھوڑ دیں یا اپنے کاروبار کو صرف معمولی دکانوں تک محدود رکھیں جن میں سود کی دقّت بالعموم پیش نہیں آتی اور اس طرح مخالف اقوام کے مقابلہ میں اپنے اقتصادیات کو تباہ کرلیں۔

(9) اس فتویٰ کے ماتحت اس زمانہ میں مسلمانوں کی بہبودی کیلئے بینک بھی جاری کئے جا سکتے ہیں جن میں اگر حالات کی مجبوری کی وجہ سے سودی لین دین کرنا پڑے تو بشرائط مذکورہ بالا حرج نہیں۔

(10) جو شخص اس فتویٰ کے ماتحت سودی روپیہ حاصل کرتا ہے اور پھر اسے دین کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ اس خرچ کی وجہ سے بھی عند اللہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

(11) ایک اصولی بات اس خط میں موجودہ زمانہ میں بے پردہ عورتوں سے ملنے جلنے کے متعلق بھی پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں جو بے پردہ عورتیں کثرت کے ساتھ باہر پھرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور جن سے نظر کو مطلقاً بچانا قریباً قریباً محال ہے اور بعض صورتوں میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ انسان کو ملاقات بھی کرنی پڑ جاتی ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی غیر محرم عورتوں کے سامنے آتے ہوئے انسان کو یہ احتیاط کر لینی کافی ہے کہ کھول کر نظر نہ ڈالے اور اپنی آنکھوں کو خوابیدہ رکھے اور یہ نہیں کہ ان کے سامنے بالکل ہی نہ آئے کیونکہ بعض عورتوں میں یہ بھی ایک حالات کی مجبوری ہے ہاں آدمی کو چاہئے کہ خدا سے دعا کرتا رہے کہ وہ اسے ہر قسم کے فتنے سے محفوظ رکھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں بچپن میں دیکھتا تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں کسی ایسی عورت کے ساتھ بات کرنے لگتے تھے جو غیر محرم ہوتی تھی اور وہ آپ سے پردہ نہیں کرتی تھی تو آپ کی آنکھیں قریباً بندسی ہوتی تھیں اور مجھے یاد ہے کہ میں اس زمانہ میں دل میں تعجب کیا کرتا تھا کہ حضرت صاحب اس طرح آنکھوں کو بند کیوں رکھتے ہیں لیکن بڑے ہو کر سمجھ آئی کہ دراصل وہ اسی حکمت سے تھا۔

(12) ایک بات حضرت صاحب کے اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو موجودہ نازک وقت اسلام اور مسلمانوں پر آیا ہوا ہے اس میں سب اعمال سے بہتر عمل اسلام کی خدمت ونصرت ہے اور اس سے بڑھ کر خدا تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

اس خط میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ جو نوٹ حضرت اقدس نے اس خط کے نیچے اپنے دستخط کرنے کے بعد لکھا ہے اسکے اختتام پر حضرت صاحب نے بجائے پورے دستخط کے صرف ’’غ‘‘ کا حرف درج فرمایا ہے جیسا کہ انگریزی میں قاعدہ ہے کہ نام کا پہلا حرف لکھ دیتے ہیں۔

(443) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔حافظ نور احمد صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ وغیرہ نہیں تھا اور میں نے آپ کا نام تک نہیں سُنا تھا کہ مجھے خواب میں ایک نظارہ دکھایا گیا جس میں مَیں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا اور آپ کے ساتھ بہت سے عالی مرتبہ صحابہ بھی تھے اور اس جماعت میں ایک شخص ایسا تھا جس کا لباس وغیرہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے مختلف تھا اسکے متعلق میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ کون شخص ہے؟ جس پر آپ نے فرمایا ھٰذا عیسٰی یعنی یہ عیسیٰ مسیح ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ قادیان میں رہتا ہے اور تم اس پر ایمان لانا اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے قادیان کی تلاش شروع کی اور ضلع لدھیانہ میں ایک قادیان گاؤں ہے وہاں آیا گیا مگر کچھ پتا نہ چلا۔آخر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب لدھیانہ تشریف لے گئے تو میں آپ کا نام سُن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھتے ہی آپ کو پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں جو مجھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ خواب میں دکھائے گئے تھے اور جن کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ عیسیٰ ہیں تم اس پر ایمان لانا مگر اس وقت آپ کو مسیحیت کا کوئی دعویٰ نہ تھا اور نہ ہی سلسلہ بیعت شروع ہوا تھا غرض اس وقت سے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقدین میں شامل ہو گیا اور جب پہلی دفعہ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تو میں نے پہلی بیعت کے دوسرے دن چونسٹھ نمبر پر بیعت کی اور پہلے دن سب سے پہلی بیعت حضرت مولوی نورالدین صاحب نے کی تھی اور ان کے دوسرے نمبر پر شائد میر عباس علی نے کی تھی۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ صاحب بہت پرانے آدمیوں میں سے ہیں اور ان دنوں قادیان ہجرت کر کے آگئے ہیں اور معمر آدمی ہیں۔

(444) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔حافظ نور احمدؓ صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب کہ میں قادیان میں آیا ہوا تھا حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ امرتسر سے کچھ سودا منگوانا ہے آپ جا کر لے آئیں اور آپ نے مجھے بٹالہ تک سواری کیلئے اپنا گھوڑا دینا چاہا۔مگر میں نے یہ کہہ کر عذر کیا کہ حضور گھوڑے کو میں کہاں سنبھالتا پھروں گا میں بٹالہ تک پیدل ہی چلا جاتا ہوں۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں بٹالہ میں میاں عبدالرحیم صاحب ہیں ان کے مکان پر گھوڑا چھوڑ جانا اور آتے ہوئے لے آنا۔میں نے عرض کیا نہیں حضور میں پیدل ہی جاتا ہوں چنانچہ میں پیدل گیا اور بٹالہ سے ریل پر سوار ہو کر امرتسر سے سودا لے آیا۔حافظ صاحب بیان کرتے تھے کہ میاں عبدالرحیم صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی کے والد تھے اور حضرت صاحب کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے۔نیز حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ گھوڑے کی اچھی سواری کر لیتے تھے میں نے کئی دفعہ اوائل میں آپ کو گھوڑے پر چڑھے ہوئے دیکھا ہے باوجود اس کے کہ آپ کا دایاں ہاتھ بوجہ ضرب کے کمزور تھا، آپ اچھی سواری کرتے تھے اور شروع شروع میں آپ کے گھر میں کوئی نہ کوئی گھوڑا رہا کرتا تھا۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ (الہامی دعا حضرت مسیح موعودؑ)
ترجمہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے، اے میرے رب! شریر کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر

MOBILE REPAIR SERVICES

KOLKATA BAZAR MOBILE SHOP
Prop. : Minzarul Hassan
Contact No. 6239691816, 8116091155
Delhi Bazar, Qadian - 143516
Dist. Gurdaspur, PUNJAB

اگر صرف گھر کے مرد اور عورتیں ہوں تو عورت لقمہ دے سکتی ہے، لیکن غیر مرد ہوں تو حسب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھول، سہو کی صورت میں تالی بجائے گی

عورت اقامت نہیں کہے گی خواہ گھر میں ہی نماز ہو رہی ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اجازت نہیں دی

حکومتی بینکوں یا حکومتی مالیاتی اداروں میں جمع کروائی جانے والی رقوم پر ملنے والی زائد رقم سود شمار نہیں ہوتی کیونکہ یہ اپنے سرمایہ کو رفاہی کاموں پر لگاتے ہیں

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط 15)

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ خاکسار کی ملاقات مورخہ 13 اپریل 2021ء میں خادم کے عرض کرنے پر کہ کیا کسی آن لائن سسٹم کے تحت نماز تراویح ادا کی جاسکتی ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے راہ نمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جواب اگر مسجد اور اسکے عقب میں گھر ایک ہی Location میں ہوں جیسا کہ اسلام آباد یوکے میں مسجد مبارک اور اس کے عقب میں کارکنان کے گھر ہیں تو لاؤڈ سپیکر اور ایف ایم ریڈیو وغیرہ کے مواصلاتی ذریعہ سے جس کے منقطع ہونے کے بہت کم امکانات ہوتے ہیں صرف مجبوری کی حالت میں جیسا کہ آج کل کورونا وائرس کی وبا کی وجہ سے مجبوری ہے، نماز تراویح اور دیگر نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں لیکن اگر مسجد اور مکانات الگ الگ Locations میں ہوں یا مکانات مسجد کے آگے ہوں تو ایسے گھروں کے مقیم اس طرح مسجد میں ہونے والی نمازوں کی اقتدا میں نمازوں کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اپنی باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سوال اسی ملاقات میں خاکسار نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آج کل مجبوری کے حالات میں جبکہ گھر والے افراد گھر پر نماز باجماعت ادا کریں تو کیا عورت نماز باجماعت کیلئے اقامت کہہ سکتی ہے، نیز امام کے بھولنے پر لقمہ دے سکتی ہے؟ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

جواب اگر صرف گھر کے مرد اور عورتیں ہوں تو لقمہ دے سکتی ہے، لیکن غیر مرد ہوں تو حسب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھول، سہو کی صورت میں تالی بجائے گی۔ لقمہ نہیں دے گی یا سبحان اللہ نہیں کہے گی۔

نیز فرمایا: عورت اقامت نہیں کہے گی خواہ گھر میں ہی نماز ہو رہی ہو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اجازت نہیں دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بھی آتا ہے کہ آپ جب کسی مجبوری کی وجہ سے گھر پر نماز ادا کرتے تھے اور حضرت اماں جانؓ کو نماز میں اپنے ساتھ کھڑا کر لیا کرتے تھے (حضور علیہ السلام کے حضرت اماں جانؓ کو ساتھ کھڑے کرنے کی مجبوری بھی حضرت اماں جانؓ نے بیان فرمائی ہوئی ہے) لیکن یہ کہیں نہیں آتا کہ آپ نے حضرت اماں جانؓ کو اقامت کہنے کا ارشاد فرمایا ہو۔ اس لیے اقامت مرد خود ہی کہے گا اور ویسے بھی اقامت کے متعلق تو حدیث میں بھی آتا ہے کہ بوقت ضرورت امام خود بھی کہہ سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ارشاد مبارک میں جس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا وہ سنن ترمذی میں عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرہؓ سے مروی ہے، جسے وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا (حضرت یعلی بن مرہؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ چنانچہ جب وہ ایک تنگ جگہ میں پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ وہاں اوپر آسمان سے بارش برسنے لگی اور نیچے زمین پر کیچڑ ہو گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر سوار رہتے ہوئے اذان دی اور اقامت کہی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری آگے کی اور اشاروں سے انہیں نماز پڑھاتے ہوئے ان کی امامت کروائی۔ آپ سجدے میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔

(جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، بَاب مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الدَّابَّةِ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ)

سوال بلاد عرب سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ مِلکِ یمین سے کیا مراد ہے۔ نیز طلاق کی صحیح شرائط کیا ہیں اور ایک دفعہ زبانی طلاق کہنے سے طلاق واقع ہونے کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14 جنوری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ دشمنان اسلام مسلمانوں کو طرح طرح کے ظلموں کا نشانہ بناتے تھے اور اگر کسی غریب مظلوم مسلمان کی عورت ان کے ہاتھ آجاتی تو وہ اسے لونڈی کے طور پر اپنی عورتوں میں داخل کر لیتے تھے۔ چنانچہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کی قرآنی تعلیم کے مطابق دشمن اسلام کی ایسی عورتیں جو اسلام پر حملہ کرنے والے لشکر کے ساتھ ان کی مدد کیلئے آتی تھیں اور اُس زمانہ کے رواج کے مطابق جنگ میں بطور لونڈی کے قید کر لی جاتی تھیں۔ اور پھر دشمن کی یہ عورتیں تاوان کی ادائیگی یا مکاتبت کے طریق کو اختیار کر کے جب آزادی بھی حاصل نہیں کرتی تھیں تو چونکہ اس زمانے میں ایسے جنگی قیدیوں کو رکھنے کیلئے کوئی شاہی جیل خانے وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے انہیں مجاہدین لشکر میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اسلامی اصطلاح میں ان عورتوں کو مِلکِ یمین کہا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں مِلکِ یمین کے سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام برسر پیکار دشمن کی عورتوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے کہ وہ برسر پیکار ہیں قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ جو بھی دشمن ہے ان کی عورتوں کو پکڑ لاؤ اور اپنی لونڈیاں بنا لو بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک خونریز جنگ نہ ہو تب تک کسی کو قیدی نہیں بنایا جاسکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (الانفال: 68) یعنی کسی نبی کیلئے جائز نہیں کہ زمین میں خونریز جنگ کئے بغیر قیدی بنائے۔ تم دنیا کی متاع چاہتے ہو جبکہ اللہ آخرت پسند کرتا ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

یہاں جب خونریز جنگ کی شرط لگا دی تو پھر میدان جنگ میں صرف وہی عورتیں قیدی کے طور پر پکڑی جاتی تھیں جو محاربت کیلئے وہاں موجود ہوتی تھیں۔ اس لیے کہ وہ صرف عورتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ حربی دشمن کے طور پر وہاں آئی ہوتی تھیں۔

پس اسلام انسانوں کو لونڈیاں اور غلام بنانے کے حق میں ہرگز نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی دَور میں اُس وقت کے مخصوص حالات میں مجبوراً اس کی وقتی اجازت دی گئی تھی لیکن اسلام نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی حکمت کے ساتھ ان کو بھی آزاد کرنے کی ترغیب دی اور جب تک وہ خود آزادی حاصل نہیں کر لیتے تھے یا انہیں آزاد نہیں کر دیا جاتا تھا، ان سے حسن و احسان کے سلوک کی ہی تاکید فرمائی گئی۔

اور جونہی یہ مخصوص حالات ختم ہو گئے اور ریاستی قوانین نے نئی شکل اختیار کر لی جیسا کہ اب مروج ہے تو اس کے ساتھ ہی لونڈیاں اور غلام بنانے کا جواز بھی ختم ہو گیا۔ اب اسلامی شریعت کی رو سے لونڈی یا غلام رکھنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے بلکہ حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اب موجودہ حالات میں اس کو حرام قرار دیا ہے۔

طلاق کی شرائط یہ ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پورے ہوش و حواس میں اپنی مرضی سے طلاق دے تو طلاق خواہ زبانی ہو یا تحریری، ہر دو صورت میں مؤثر ہوگی۔

اسی طرح ایک دفعہ زبانی کہی ہوئی طلاق بھی طلاق ہی شمار ہوگی البتہ عدت کے اندر خاوند کو رجوع کا حق ہے بشرطیکہ یہ تیسری طلاق نہ ہو۔ کیونکہ تیسری طلاق کے بعد نہ عدت میں رجوع ہوسکتا ہے اور نہ ہی عدت کے بعد نیا نکاح ہوسکتا ہے، جب تک کہ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ والی شرط پوری نہ ہو یعنی یہ بیوی کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور تعلقات زوجیت کے بعد وہاں سے بغیر کسی منصوبہ بندی کے طلاق یا خلع کے ذریعہ علیحدگی ہو جائے یا اس خاوند کی وفات ہو جائے تو تب یہ عورت اس پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

البتہ ایک ہی وقت میں تین مرتبہ دی جانے والی طلاق صرف ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ کتب احادیث میں حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ کا واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دیں، جس کا انہیں بعد میں افسوس ہوا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اگر تم چاہو تو رجوع کر سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی طلاق سے رجوع کر لیا اور پھر اس بیوی کو حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں دوسری اور حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں تیسری طلاق دی۔

(مسند احمد بن حنبل، من مسند بنی ہاشم، بدایۃ مسند عبداللہ بن العباس، حدیث نمبر 2266)

سوال ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ایک احمدی کے کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے کے بارے میں نیز بینک کے ساتھ مختلف معاملات لین دین کے بارے میں مسائل دریافت کیے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 14 جنوری 2020ء میں ان سوالات کے درج ذیل جوابات عطا فرمائے۔ حضور نے فرمایا:

جواب غیر احمدیوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا موقف ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح مکذب اور مکفر تھا اس کا جنازہ پڑھنا تو کسی طرح درست نہیں۔ لیکن جو شخص حضورؑ کے دعاوی کا انکاری نہیں تھا لیکن اس نے حضورؑ کے دعاوی کی تصدیق بھی نہیں کی۔ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنے والے اگر دوسرے لوگ موجود ہوں تو احمدیوں کو اس کی نماز جنازہ سے احتراز کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی جگہ کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اسکا جنازہ پڑھنے والا کوئی موجود نہ ہو تو احمدی اپنے امام کی اقتدا میں اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے کیونکہ کوئی کلمہ گو بغیر نماز جنازہ کے دفن نہیں ہونا چاہئے۔

غیر حکومتی بینکوں یا مالیاتی اداروں کے ساتھ لین دین کے معاملات میں اگر سود شامل ہو تو یہ ناجائز ہے لیکن اگر لین دین نفع نقصان کی شراکت کے طریق پر ہو تو جائز ہے۔

اسی طرح حکومتی بینکوں یا حکومتی مالیاتی اداروں میں جمع کروائی جانے والی رقوم پر ملنے والی زائد رقم سود شمار نہیں ہوتی کیونکہ حکومتی بینک اور مالیاتی ادارے اپنے سرمایہ کو رفاہی کاموں پر لگاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ملکی باشندوں کی سہولتوں کیلئے مختلف منصوبے بنائے جاتے ہیں، معیشت میں ترقی ہوتی ہے اور افراد ملک کیلئے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے بینکوں اور مالیاتی اداروں سے ملنے والے منافع کو ذاتی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ حضور انور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا ہے کہ "سچے مومن کو اپنے بیوی بچوں کیلئے بھی دعا کرنی چاہئے کیونکہ حضرت آدمؑ کو پہلا فتنہ بھی ایک عورت کی وجہ سے پیش آیا۔" جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ بائبل کا بیان ہے کہ حوّا حضرت آدم کو گمراہی کی طرف لے کر گئیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 4 فروری 2020ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب آپ نے میرے جس خطبہ کا حوالہ دیا ہے، اس میں بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھا ہے۔ اس اقتباس میں حضور علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ توریت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر آنے والے بلعم کے ایمان کے ضائع ہونے کی وجہ بھی اس کی بیوی ہی تھی، جسے بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر لالچ دی اور اس نے بلعم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بد دعا کرنے پر اکسایا اور جس وجہ سے بلعم کا ایمان ضائع ہو گیا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض تصنیفات میں قرآن کریم کے حوالے سے یہ مضمون بھی بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم نے عمداً میرے حکم کو نہیں توڑا بلکہ اس کو یہ خیال گذرا کہ حوّا نے جو یہ پھل کھایا اور مجھے دیا شائد اُس کو خدا کی اجازت ہو گئی جو اُس نے ایسا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں حوّا کی بریت ظاہر نہیں فرمائی مگر آدم کی بریت ظاہر کی اور اس کی

نسبت فرمایا لَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا اور حوّا کو سخت سزا دی۔

اسی طرح ایک جگہ حضور علیہ السلام نے اس مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح چھٹے روز کے آخری حصے میں آدم پیدا ہوا اسی طرح چھٹے ہزار کے آخری حصہ میں مسیح موعود کا پیدا ہونا مقدر کیا گیا اور جیسا کہ آدم نحّاش کے ساتھ آزمایا گیا جس کو عربی میں خنّاس کہتے ہیں جس کا دوسرا نام دجال ہے ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحّاش پیدا کیا گیا تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے جیسا کہ حوّا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحّاش اور قرآن میں خنّاس ہے۔

یہ بات بائبل کے حوالے سے بیان ہو یا قرآنی احکامات کی روشنی میں، اصل میں اس میں مرد اور عورت دونوں کی بعض فطرتی کمزوریوں کی طرف اشارہ کیا گیا۔ چنانچہ جہاں اس میں عورت کی یہ فطرتی کمزوری بیان کی گئی ہے کہ اس میں طمع اور لالچ کا مادہ پایا جاتا ہے وہاں اس میں اپنی ادا اور چالبازی کے ساتھ مرد کو ورغلانے اور اپنی بات منوانے کا گر بھی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں مرد خود کو بہت ہوشیار اور عقلمند سمجھتا ہے وہاں اس میں یہ کمزوری بھی ہے کہ وہ بہت جلد عورت کی باتوں میں آجاتا ہے۔ اور اس حقیقت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ (صحیح بخاری) یعنی اے عورتوں کے گروہ! دین و عقل میں نسبتاً کم ہونے کے باوجود میں نے تم سے بڑھ کر کسی چیز کو نہیں دیکھا، جو بڑے، بڑے عقلمند اور مضبوط ارادہ والے مرد کی عقل مار دے۔

عورت کے اسی فطرتی نقص اور فطرتی ہنر سے جہاں ماضی کی بعض تنظیمیں اپنا مفاد حاصل کرتی رہی ہیں وہاں آج کے اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی بڑے بڑے ممالک کی اکثر جاسوسی تنظیمیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان تنظیموں میں بہت سی عورتوں کو صرف اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ اپنی اداؤں اور چالاکیوں سے کام لے کر مخالف تنظیموں یا اداروں کے مردوں سے ان کے راز نکلوائیں، اور اس میں انہیں کامیابی بھی ہوتی ہے۔

پس یہ وہ امور ہیں جن کا تعلق عورت اور مرد کی اس دنیوی زندگی کے ساتھ ہے لیکن اس کے ساتھ اسلام نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ حقوق و فرائض کے معاملے میں نیز نیکیوں کے بجالانے پر ثواب کے ملنے میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں۔ پس جس طرح مرد کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق اس کے کچھ حقوق اور کچھ ذمہ داریاں ہیں اسی طرح عورت کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق اسکے بھی ایسے ہی کچھ حقوق اور کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ان حقوق و فرائض کے بارے میں ان میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح جہاں ایک مرد کسی نیکی کے بجالانے پر ثواب کا حقدار ہوتا ہے اسی طرح عورت بھی اس نیکی کے بجالانے پر اسی قدر اور بعض امور میں اپنی صلاحیت اور قابلیت کی بنا پر نسبتاً کم مشقت والی نیکی بجالانے پر مرد کے برابر اور بعض صورتوں میں اس سے زیادہ ثواب کی حقدار قرار پاتی ہے۔ اسلام کی یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی اور مذہب یا دنیا کی کوئی اور تعلیم ہرگز نہیں کرسکتی۔

سوال گلشن وقف نو ناصرات کینیڈا جولائی 2012ء میں ایک بچی نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک دفعہ میں نے مینا بازار میں دیکھا تھا کہ مہندی کے سٹال پہ Signs تھے کہ وہ منہ پہ Face Paint کرتے ہیں اور Tattoos بھی لگاتے ہیں۔ تو کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب جو Tattoos لگاتے ہیں اور Face Paint کرتے ہیں، وہ غلط کرتے ہیں۔ مہندی کے سٹال پر صرف مہندی ہونی چاہیے۔ اگر لجنہ کی صدر نے یہ اس طرح رکھا ہوا تھا تو بالکل غلط کیا ہوا تھا۔ منہ پہ بھی مہندی لگا دو، پاگل بنا دو، کارٹون بنا دو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا ہے تم اس کو جانور بنا دو۔ مہندی کا جو سٹال ہے، اس پہ مہندی صرف ہاتھ پہ لگالو (اس موقع پر حضور انور نے ہاتھ کی سیدھی اور الٹی طرف نیز کلائی تک اشارہ کر کے فرمایا کہ) یہاں تک لگالو، جو تم عورتوں کا سنگھار ہے، اس میں جائز ہے۔ لیکن منہ پہ مہندی لگانا یا Tattooing کروانا اسلام میں منع ہے۔ (اس موقع پر حضور انور نے صدر صاحبہ لجنہ کینیڈا سے بھی جواب طلبی فرمائی کہ ایسا کیوں کیا ہوا تھا۔ اور پھر ان کے جواب پر حضور انور نے مزید فرمایا) Face Painting کس لیے رکھی تھی؟ نہیں ہونی چاہئے۔ یہاں وہ جو جن بھوت بناتے ہیں، وہ آپ نے بنانا تھا۔ (صدر صاحبہ کے عرض کرنے پر کہ تبلیغ کیلئے کیا تھا، حضور انور نے فرمایا) تبلیغ کیلئے کیا تھا، تو تبلیغ کیلئے صرف Face Painting ہی رہ گئی ہے۔ چہرے بگاڑنے کا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اسلام نے اس کا بڑا واضح طور پہ حکم دیا ہوا ہے۔ نئی نئی رسمیں نہ پیدا کریں۔ رسمیں تو آپ لوگ پیدا کر رہے ہیں، بدعات تو آپ لوگ لجنہ والے پیدا کر رہے ہیں۔ تو اصلاح آپ نے کیا کرنی ہے؟ اسی طرح نیکی کے نام پہ بدعات اندر گھستی ہیں۔ حضرت آدم کو جو شیطان نے بھڑکایا تھا، یہ نہیں کہا تھا کہ تم یہ کرو تو اس سے بڑا لطف اٹھاؤ گے۔ پہلے اس نے نیکی کی بات کر کے کہا تھا کہ یہ کرو، یہ بڑی نیکی ہے اور تم ہمیشہ کیلئے نیک بن جاؤ گے۔ شیطان نے آدم کو اسی طرح بھڑکایا تھا ناں؟ ہمیشہ کیلئے نیک بنانے کے وعدہ پہ، حالانکہ وہ شیطانی وعدہ تھا۔ تو یہی شیطانی کام آپ لوگ کر رہے ہیں۔ یہ نئی نئی بدعات پیدا کر رہے ہیں۔ لجنہ اور عہدیداروں کا کام یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے منہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اپنی اپنی بدعات نہ پیدا کریں، اپنی اپنی رسمیں نہ پیدا کریں۔ اور بچیو! تم لوگ میری جاسوس بنو اور صحیح صحیح باتیں بتایا کرو۔ ٹھیک ہے۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 28 مئی 2021)

مربیان خدا کے ساتھ زندہ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں

کم ازکم ایک گھنٹہ نماز تہجد ادا کریں، اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کریں

جماعت احمدیہ جرمنی کے مربیان سلسلہ (فیلڈ مشنریز) کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ورچوئل ملاقات

جماعت احمدیہ جرمنی کے فیلڈ میں تعینات مربیان سلسلہ کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مورخہ 15 نومبر 2020ء کو آن لائن ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں حضور انور نے مربیان کرام کو مختلف ہدایات سے نوازا۔

مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ جرمنی بیان کرتے ہیں کہ حضور انور کی تمام ہدایات ہی ہمارے لیے ایک لائحہ عمل ہے۔ لیکن خاکسار جس بات کا بالخصوص ذکر کرنا چاہتا ہے وہ آپ کی وہ نصیحت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مربیان خدا کے ساتھ زندہ تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ کم از کم ایک گھنٹہ نماز تہجد ادا کریں۔ اپنی روحانی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کی تلاوت اور اس پر تدبر کریں کیونکہ یہ روحانی تبدیلی جو ہم اپنے اندر پیدا کریں گے آگے احباب جماعت کی کایا پلٹنے کا موجب بنے گی۔

ایک اَور نصیحت جو حضور انور نے ہمیں فرمائی اور جس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اس پر عمل کیے بغیر ہماری روحانی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں وہ یہ ہے کہ دربار خلافت سے جاری ہونے والے ہر حکم اور ہر ہدایت کو من وعن ہم نے قبول کرنا ہے اور اس کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اس پر کماحقہ عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اپنی طرف سے نہ اس کی کوئی تاویل کرنی ہے اور نہ تشریح۔ اور یہی بات افراد جماعت کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش کرنی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس بات کو خود بھی سمجھنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی سمجھانے والے ہوں۔ حضور انور کی شفقتوں، عنایتوں اور برکتوں سے بھرپور ایک گھنٹے سے کچھ زائد وقت جو ہمارے لیے انتہائی قیمتی تھا بڑی تیزی سے گزر گیا۔ ہم خوش ہیں اور ہمارے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہیں۔ اور اپنے مفوضہ فرائض کی ادائیگی کے لیے ہم اپنے اندر ایک نیا ولولہ، نیا جوش اور شوق اور نئی طاقت محسوس کر رہے ہیں۔ ایسے جیسے کہ خالی بیٹری کو دوبارہ چارج کردیا جائے۔ میں درد دل کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کی عمر اور امر میں برکت عطا فرمائے اور اس طرح کے حسین مواقع ہمارے لیے پیدا فرماتا رہے۔ آمین۔

(رپورٹ: سید سلمان احمد شاہ، مربی سلسلہ)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 26 فروری 2021)

......☆......☆......☆......

بقیہ تفسیر کبیر از صفحہ نمبر 1

اور نہ ان میں کسی کو کچھ لا کر دینے کی طاقت ہے ایسے جن صرف وہی لوگوں کے دماغ میں ہیں قرآن کریم ایسے جنوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے تو جو جن پیش کئے ہیں انہی اقسام کے ہیں جو میں نے بیان کئے اور ان اقسام میں سے جو جن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ یہودی تھے جنہوں نے کلام سنا اپنے گھروں کو چلے گئے اور آخر ایمان لانے کا فیصلہ کیا اور اپنی قوم کو پیغام پہنچا دیا۔ عرب سے ہزاروں میل دُور کے بسنے والے تھے بعد میں نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی خبر ملی بھی یا نہیں ملی اس وجہ سے وہ اسلامی جنگوں میں عملاً کوئی حصہ نہ لے سکے۔

تیسرا ثبوت اس امر کا کہ یہ جنّ انسان تھے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ اور مِنۡھُمۡ ہوتے ہیں۔ یعنی جنکی طرف آتے ہیں انہی کی قوم کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ھٰۤؤُلَآءِ (النحل ع 12/18) یعنی قیامت کے دن ہر امت کا رسول جو انہی میں سے ہوگا بطور گواہ لایا جائے گا اور محمد رسول اللہ کو امت محمدیہ اور اس زمانہ کے لوگوں پر بطور گواہ بھیجا جائے گا۔ اگر جنّ بھی کوئی ایسی قوم ہے جو ایمان لاتی ہے تو اس پر گواہی کون دے گا۔ موسیٰ تو جنّ نہیں کہ ان جنّوں کے متعلق ان سے پوچھا جائے گا جو ان پر ایمان لائے تھے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ وہ جنّوں سے مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ کی نسبت نہیں رکھتے۔ پس آپ جنّوں کے متعلق شہید نہیں ہوسکتے۔ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ سے مراد پہلے انبیاء کی نسبت سے انکی اقوام ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے آپ کے زمانہ کے بعد کے سب انسان۔ پس جنّ اگر کوئی انسانوں جیسی مکلف مخلوق ہے تو وہ یونہی رہ جاتے ہیں نہ ثواب کے مستحق نہ عذاب کے۔

چوتھا ثبوت اس دعویٰ کی تائید میں یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ وَیُنۡذِرُوۡنَکُمۡ لِقَآءَ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا (انعام ع 16/3) یعنی اے جنوں اور انسانوں کی جماعتو! کیا تمہارے پاس تمہاری قوموں میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میرے نشانات پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے دیکھنے سے تم کو ہوشیار کرتے تھے۔ اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ جنّوں کی طرف انکی قوم کے نبی آئے اور انسانوں کی طرف انسان نبی۔ اب اگر جنّ کوئی دوسری مخلوق ہے تو اس آیت کے ماتحت نہ تو موسیٰ ان کے نبی ہو سکتے ہیں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ جنّوں کی طرف اس آیت کے ماتحت جنّ نبی ہی آئے تھے۔ ہاں اگر جنّوں سے انسانوں کا کوئی گروہ مراد ہو تو پھر بے شک وہ موسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مومن ہو سکتے ہیں۔

پانچواں ثبوت اس امر کا کہ عوام میں جو جنّ مشہور ہیں اِن کا کوئی وجود نہیں اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جنّ ایمان لائے تھے وہ انسان ہی تھے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کی نسبت فرماتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُھَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَۃُ (بقرہ ع 3) دوزخ میں یا تو انسان ہوں گے یا پھر پتھر وغیرہ آگ کو بھڑکانے والے سامان ہوں گے۔ اگر جن کوئی مکلف مخلوق ہے تو یوں چاہئے تھا وَقُوۡدُھَا النَّاسُ وَالۡجِنُّ وَالۡحِجَارَۃُ پس جہاں قرآن کریم نے جنّ قوم کو دوزخی کہا بھی ہے وہاں انسان جنّ مراد ہیں نہ کوئی غیر مخلوق۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 66، مطبوعہ قادیان 2010)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رؤیا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کرسکیں اور اس راہ سے بھی اُن پر حجت پوری ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 226)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپیور، صوبہ تامل ناڈو)

آپ کو لازماً پنجوقتہ نماز بروقت ادا کرنی چاہئے اور قرآن کریم کی بھی باقاعدہ تلاوت کرنی چاہئے اور جس حد تک ممکن ہو سکے نماز تہجد کا بھی التزام کریں

اطفال کو دین کے ساتھ جوڑ کر رکھیں اور جماعتی سرگرمیوں میں مشغول رکھیں، اس کیلئے مختلف راستے اور ذرائع تلاش کرنے ہوں گے

آپ جہاں کہیں ہوں آپ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ میرا خطبہ جمعہ ضرور سنیں خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو MTA کے روحانی مائدہ سے فائدہ اٹھائیں تا کہ آپ خلافت کی برکات سے کماحقہ مستفیض ہو سکیں

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت 2021 کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز روح پرور خصوصی پیغام

اسلام آباد، یو.کے

MA 16-10-2021

پیارے ممبران مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کو اپنا سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے اور نیک نتائج سے نوازے۔ آمین۔

مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ مَیں اس موقع پر آپ کو چند ضروری نصائح کرنا چاہتا ہوں۔ آج کل دنیاداری کے ماحول کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ سے دُور جا رہے ہیں اور لوگوں کا انحصار دنیاوی منصوبوں پر زیادہ رہنے لگا ہے لیکن ہماری جماعت ایک روحانی جماعت ہے، اس لیے آپ کو لازماً پنجوقتہ نماز بروقت ادا کرنی چاہئے اور قرآن کریم کی بھی باقاعدہ تلاوت کرنی چاہئے اور جس حد تک ممکن ہو سکے نماز تہجد کا بھی التزام کریں۔ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول وہ سنہری کنجی ہے جس سے ہر طرح کی کامیابی کا حصول ممکن ہوگا۔ آپ کیلئے ضروری ہے کہ تہجد کی نماز ادا کریں۔ جب ایک انسان خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی اس کی توجہ بڑھے گی۔ ہمیشہ اس بات کو یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی بیعت میں داخل ہونا ایک نئی زندگی پانے کے مترادف ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے عہدیداروں کا بھی یہ کام ہے کہ وہ نوجوانوں کو نماز کی اہمیت کے بارے میں بتائیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو ہر مسلمان پر فرض ہے، انہیں ان کی اہمیت قرآنی آیات، احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ جات سے بتائیں۔ ہر نوجوان کو ذاتی حیثیت میں نمازوں کی اہمیت کا ادراک ہونا چاہئے۔ اطفال کو بھی چھوٹی عمر سے ہی فرض نمازوں اور جماعتی کاموں میں شامل ہونا چاہئے۔ اس پہلو سے مجالس عاملہ کے ممبران کو زیادہ فعال رنگ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہئے کیونکہ اطفال کی عمر ایسی ہوتی ہے جہاں آپ کو انہیں اپنے قریب رکھنا چاہئے، ہمیشہ انہیں دین کے ساتھ جوڑ کر رکھیں اور جماعتی سرگرمیوں میں مشغول رکھیں۔ اس کیلئے مختلف راستے اور ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ ان سے پوچھیں کہ وہ کس قسم کی سرگرمیوں کو پسند کرتے ہیں اور اسکے مطابق اطفال الاحمدیہ اور خدام کے پروگرامز ترتیب دیں۔ جس قدر خدام اور اطفال کو آپ جماعتی سرگرمیوں میں شامل کریں گے اتنا ہی آپ جماعت کیلئے مفید اثاثہ تیار کر رہے ہوں گے۔

اسی طرح اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ خدام ضرور کسی نہ کسی کھیل میں مشغول ہوں، صرف گلیوں میں ہی نہ پھرتے رہیں اور محض indoor اور انٹرنیٹ کی کھیلیں ہی نہ کھیلتے رہیں۔ ان کو کچھ ورزشی کھیلوں میں حصہ لینا چاہئے باہر نکلنا چاہئے اور گراؤنڈز میں جانے کا وقت مختص کرنا چاہئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کی ایک بڑی ذمہ داری خلافت احمدیہ کی حفاظت ہے اور خلافت احمدیہ کی حفاظت آپ خلیفہ وقت کی باتوں کو سننے اور ان پر عمل کرنے سے کر سکتے ہیں اور جماعت کی حفاظت بھی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ خلیفہ وقت کی باتوں کو مانا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ اس زمانے میں خلافت کی اطاعت اور خلیفہ وقت کی ہدایات کی تعمیل کا ایک بہت اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل و احسان کی صورت میں قائم کیا ہوا ذریعہ ہے اور وہ ایم.ٹی.اے ہے، اس لئے آپ جہاں کہیں ہوں آپ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ میرا خطبہ جمعہ ضرور سنیں خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو۔ بہت سارے خط مجھے ابھی بھی آتے ہیں کہ جب سے ہم نے ایم.ٹی.اے پر کم از کم خطبات ہی باقاعدہ سننے شروع کئے ہیں ہمارا جماعت سے مضبوط تعلق ہو رہا ہے اور ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہو رہی ہے۔ پس اس روحانی مائدہ سے فائدہ اٹھائیں تا کہ آپ خلافت کی برکات سے کماحقہ مستفیض ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو میری ان تمام نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے۔ آمین

والسلام خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

مرکز احمدیت قادیان دارالامان میں
سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت کا بابرکت انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا 51واں اور مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کا 42واں سالانہ اجتماع مورخہ 22 تا 24 اکتوبر 2021 منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ الحمدللہ

امسال سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت اجتماع کیلئے ’’ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے‘‘ theme کی منظوری فرمائی تھی۔ اجتماع کے جملہ پروگرام اسی theme کو بنیاد بنا کر منعقد کئے گئے۔ چونکہ امسال covid protocol کی وجہ سے محدود تعداد میں خدام کو اجماع میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لہٰذا ملک بھر کی مجالس کو live streaming کے ذریعہ اجتماع کے پروگرام دکھائے گئے۔ تینوں روز نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی اور بعد نماز فجر اجتماع کی مناسبت سے خصوصی درس کا اہتمام ہوا۔ اجتماع کے دنوں میں خدام نے بعد نماز فجر انفرادی طور پر مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دعا کی۔

(اجتماع کا پہلا روز)

آج صبح 9 بجے ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے اور بعد نماز جمعہ اجتماع گاہ میں محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت نے دوپہر 3 بجے لوائے خدام الاحمدیہ لہرایا اور دعا کروائی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد صدر مجلس نے عہد خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ دہرایا۔ بعدہ محترم صدر مجلس نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا۔ بعدہ آپ نے خطاب فرمایا اور حضور انور کے پیغام کی روشنی میں حاضرین کو ضروری نصائح کیں۔ اجتماعی دعا کے ساتھ افتتاحی تقریب ختم ہوئی۔

امسال اجتماع کے موقع پر ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں براہین احمدیہ، تقویٰ، ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، ڈاکٹر حافظ صالح محمد الہ دین صاحب، جامعہ احمدیہ قادیان، اعلیٰ تعلیم کا حصول، حضور انور کو خطوط اور پیغام سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے slides تیار کر کے آہنی frames پر چسپاں کی گئیں۔ محترم صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے نمائش گاہ میں visit کے دوران دعا کروائی۔ اس نمائش سے خدام نے بھرپور رنگ میں استفادہ حاصل کیا۔ الحمدللہ

آج رات 8 بجے ایک خصوصی نشست منعقد کی گئی جس میں قرآن اور سائنس کی روشنی میں Existence of God کے موضوع پر ایک ڈسکشن پروگرام ہوا جسے حاضرین نے پسند کیا۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ کی پہلی نشست عمل میں آئی۔ امسال افتتاحی تقریب کے ساتھ ساتھ دیگر تمام خصوصی نشستوں اور اختتامی تقریب کی مقامی زبانوں میں ترجمانی کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ ترجمانی تامل اور ملیالم زبانوں میں live streaming کے ذریعہ ساتھ کے ساتھ کی جا رہی تھی۔

(اجتماع کا دوسرا دن)

مجلس شوریٰ کی دوسری نشست مسجد دارالانوار میں صبح ساڑھے نو بجے منعقد ہوئی جس میں صدر مجلس کا انتخاب عمل میں آیا۔ آج شام ساڑھے سات بجے ایک خصوصی نشست بعنوان Existence of God قرآن اور Genetic Engineering کی روشنی میں منعقد ہوئی۔ آن لائن سٹریمنگ کے ذریعہ بھارت کی تمام مجالس نے اس سے استفادہ کیا۔ اسکے بعد ایک خصوصی ڈاکیومنٹری بعنوان ’’مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کے اغراض و مقاصد‘‘ آن لائن چلائی گئی۔ اس ڈاکیومنٹری سے تمام انڈیا کی مجالس نے استفادہ کیا۔

(اجتماع کا تیسرا دن)

مجلس شوریٰ کی تیسری اور آخری نشست صبح ساڑھے نو بجے مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوئی۔ اسی روز شام 8 بجے ایک خصوصی نشست بعنوان ’’Existence of God قرآن اور اجرام فلکی کی روشنی میں‘‘ منعقد ہوئی۔ لائیو اسٹریمنگ کے ذریعہ سے بھارت کی تمام مجالس نے اس پروگرام سے استفادہ کیا۔ محترم ایڈیشنل ناظر صاحب اعلیٰ جنوبی ہند کی زیر صدارت رات 9:30 بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا اسکے بعد ایک نظم ہوئی اس کے بعد محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے خدام و اطفال کا عہد دہرایا۔ بعدہ آپ نے اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد مکرم اظہر احمد خادم صاحب نے شکریہ احباب پیش کیا اور پھر محترم شیراز احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اعلیٰ جنوبی ہند نے خدام کو سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں قیمتی نصائح فرمائیں۔ صدارتی خطاب کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب عمل میں آئی۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی مجالس کو علم انعامی اور سندات دی گئیں اور دیگر انعامات بھی دیئے گئے۔

اجتماع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے طفیل ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت رہا۔ الحمدللہ۔

(دفتر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، جلد 4، صفحہ 375)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند قادیان

(قسط:4)

(اعتراض نمبر 7) معترض نے قرآن مجید کی پانچ آیات لکھ کر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ان میں قرآن مجید نے اچھی باتیں بیان کی ہیں۔ اور معترض کے نزدیک یہ تو اللہ کا کلام ہے لیکن جن 26 آیات کا انتخاب معترض نے پیش کیا ہے اس کے خیال میں یہ اللہ کا کلام نہیں ہے ان کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔

جواب: پچھلے صفحات میں انتہائی مضبوط دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں بسم اللہ کی ’’ب‘‘ سے لیکر والناس کی ’’س‘‘ تک سب کا سب اللہ کا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ یہ کلام ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے حافظہ میں بحفاظت منتقل ہوا اور آج تک ہوتا چلا آرہا ہے لہٰذا ان آیات کی تشریح کی نہ کوئی وجہ ہے نہ کوئی دلیل!

قرآن مجید میں ہر اس موضوع کا ذکر کیا گیا ہے جس کی انسانی زندگی کو قیامت تک ضرورت ہوسکتی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مضبوط دلائل کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے کائنات کی تخلیق اور اس کے اسرار کو روشن دلائل کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کیلئے جو ضروریات تھیں اس کے بارے میں ہدایات دی گئیں ہیں۔ مثلاً معاشرت، ازدواجی زندگی اور اسکے معاملات کے بارے میں، تربیت اولاد، غرض یہ کہ وہ تمام موضوعات جس کی احتیاج انسان کو تھی، ہے، یا قیامت تک ہوگی۔

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید میں انسان کے ان حالات اور تقاضوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور ہر حالت کے تعلق سے راہنمائی فرمائی ہے مثال کے طور پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ نماز ادا کرنے سے پہلے پانی سے وضو کرلیا کریں۔ پھر یہ بھی فرمادیا کہ اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 7) تو خشک پاکیزہ مٹی سے تیمم کرلیا کرو۔ اب اس وضو کے مسئلے میں ہی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں عمومی حالت میں ہر صحت مند مسلمان کو نماز ادا کرنے سے پہلے پانی سے وضو کرنا ہے دوسری حالت یہ بیان ہوئی کہ اگر پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرکے نماز ادا کرنی ہے اب اگر کوئی دریا، نہر یا چشمہ کے کنارے پر بسنے والا انسان یہ کہے کہ مجھے تو ہر وقت پانی میسر ہے اور میں پانی سے وضو کرسکتا ہوں لہٰذا تیمم والا حکم میں اپنے قرآن سے حذف کردیتا ہوں کیونکہ اسکی مجھے ضرورت نہیں ہے تو ہر عاقل انسان ایسے خیال رکھنے والے کو سمجھائے گا کہ قرآن مجید کا یہ حکم صرف تمہارے سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اسی وقت افریقہ کے جنگلات اور صحراؤں میں بھی ایسے مسلمان ہیں جن کے پاس پانی کی ایک بوند نہیں اور وہ وہاں اللہ تعالیٰ کے دوسرے حکم کے مطابق تیمم کرکے نماز ادا کریں گے۔ پس واضح ہوا کہ ہر حالتِ زمان و مکان کے بدلنے کے ساتھ قرآن مجید کے احکامات اور تعلیمات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمانوں کا عہد مبارک دو حصوں میں منقسم ہے (1) مکی زمانہ: اس تیرہ سالہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظُلم سہنے اور برداشت کرنے اور صبر کی تعلیم دی (2) مدنی دور: جب کفار مکہ مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کیلئے مدینہ تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں مسلمانوں کو اپنے بچاؤ، حفاظت اور دفاع کے بارے میں تعلیمات اور ہدایات دیں۔

ہر دو زمانوں کے حالات اور تقاضے الگ الگ تھے۔ معترض نے جو 26 آیات پیش کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان میں دہشت گردی کی تعلیم دی گئی ہے یہ انتہائی غلط ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ یہ وہ حالات تھے جب مسلمان اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ حالانکہ مسلمان مدنی دور میں بھی کسی قسم کا قتال یا جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 217) ترجمہ: تم پر قتال فرض کردیا گیا ہے جبکہ وہ تمہیں ناپسند تھا۔ اور بعید نہیں کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ممکن ہے کہ ایک چیز تم پسند کرو لیکن وہ تمہارے لئے شرانگیز ہو۔ اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

نیز وہ آیات نازل ہوئیں جن کے بارے میں مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ ان میں دہشت گردی اور جارحیت کی تعلیم دی گئی ہے اگر ان آیات کی قرآن مجید میں موجودگی دہشت گردی کا سبب سمجھا جاسکتا ہے تو پھر یہ اصول تو تمام مذاہب کی دینی کتب پر اطلاق پانا چاہیے مذہبی کتب سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

تورات اور انجیل میں جنگ کی تعلیم:

جب خداوند تیرا خدا اسے یعنی کسی شہر کو تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکیوں اور مواشی کو جو کچھ اس شہر میں ہے اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔

(استثنا، باب 20، آیت 13-14)

’’وہ ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کردیتا ہے کسی چیز کو جیتا نہ چھوڑ‘‘

(استثنا، باب 20، آیت 61)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انجیل میں فرمان ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔

(انجیل، متی، باب 10، آیت 34)

گیتا میں جنگ کے بارے میں تعلیم:

اسی طرح ہمارے دیش بھارت میں شری کرشن جی مہاراج کے حکم پر کروکشیتر کے میدان میں 18 دن مہا بھارت کی جنگ لڑی گئی اور جب ارجن اپنی کمان پھینک کر بے دل ہوکر بیٹھ گیا اور جنگ سے انکار کردیا تو شری کرشن جی مہاراج نے اسے جنگ کی تعلیم دی باوجود اس کے کہ اسکے مخالفین میں اسکے سامنے قریبی رشتہ دار اور استاد درونا چاریہ بھی شامل تھے۔ شری کرشن جی مہاراج نے ارجن کو کہا:

(گیتا دوسرا باب)

(ترجمہ 31) اور اپنے دھرم کو دیکھ کر بھی تجھے خائف نہ ہونا چاہئے، کیونکہ کشتری کیلئے دھرم یدھ (دھرم کی لڑائی) سے بڑھ کر اور کوئی بہتری دینے والا کرتب نہیں۔

(ترجمہ 32) اور اے پارتھ! مبارک اور خوش نصیب ہیں وہ کشتری جن کیلئے سورگ کا دروازہ کھولنے والی ایسی دھرم یدھ خود بخود (بغیر بلائے ہوئے) آئی ہے۔

(ترجمہ 33) اور اگر تو اس دھرم یدھ سنگرام کو نہیں کرتا تو اپنے سودھرم (نیک فرض) اور کیرتی (نیک نامی) سے محروم ہوکر پاپ میں گرتا ہے۔

(ترجمہ 34) اور سب لوگ بہت دنوں تک تیری بدنامی کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔ باعزت آدمی کے لئے بدنامی موت سے بھی بڑی ہے۔

(ترجمہ 35) بڑے رتھوں والے جنگجو کہیں گے کہ تو ڈر کر لڑائی سے بھاگا ہے اور جو لوگ تیری اعلیٰ تعریفیں کرتے تھے وہ حقارت کرینگے۔

(ترجمہ 36) تیرے دشمن تیری شان میں نامناسب الفاظ استعمال کریں گے۔ تیری طاقت کا مضحکہ اڑائیں گے، اس سے زیادہ دُکھدائی اور کیا ہوسکتا ہے؟

(ترجمہ 37) اگر مَرا تو بہشت (سَورگ) میں جائے گا۔ اگر فتح یاب ہوگا تو زمین کی سلطنت اور خوشیوں میں جائے گا۔ اس لئے اے کُنتی پُتر! تو لڑنے کیلئے مستعد ہوکر کھڑا ہوجا۔

(ترجمہ 38) سُکھ دُکھ نفع نقصان اور فتح شکست کو یکساں سمجھ کر جنگ کیلئے ہمت کی کمر باندھ۔ تب تجھے پاپ نہ لگے گا۔

(شری مدبھگوت گیتا مؤلفہ پرم سنت پُرن دھنی مہارشی شیوبرت لال جی مہاراج اشاعت 1977ء)

ہمارے دیش بھارت میں ہندو احباب دسہرے کا تہوار بڑے جوش اور عقیدت سے مناتے ہیں اور اس سے پہلے رام لیلا اور سیریل میں وہ مناظر پیش کیے جاتے ہیں جو رام چندر جی مہاراج کا لنکا پر چڑھائی کرکے راون اور اسکے ساتھیوں کو ہلاک و برباد کرنے والے ہیں۔ درخواست دہندہ جیسی سوچ رکھنے والا اگر کوئی انسان یہ اعتراض کرے کہ ان مناظر کو دیکھ کر تو بہت سے نوجوان رامچندر جی کی طرح اپنے دشمن کو راون سمجھتے ہوئے تباہ و برباد کردیں گے اور ان کے دلوں میں جذبہ انتقام پیدا ہوگا کیا اس وجہ سے درخواست دہندہ اس تہوار کے روکنے کی بھی درخواست دیں گے۔؟ ہرگز نہیں۔

معترض نے ایک یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات میں مثبت اور انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے تعلیمات دی گئیں ہیں اور دوسری جگہ قتال کی تعلیم بھی دی گئی ہے اور معترض کے نزدیک العیاذ باللہ ان کو حذف کرنا چاہئے۔

معترض کو چاہئے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتاب عہد نامہ قدیم اور جدید New testament and Old testament کا بغور مطالعہ کریں اس میں بھی مثبت تعلیمات ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ جنگ کے بارے میں بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

نیز معترض کو گیتا کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے ایک طرف اس میں بہت قیمتی نصائح کرشن جی مہاراج نے کی ہیں اور دوسری طرف جنگ کیلئے بھی اُکسایا ہے اور اسکی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔

پس ان مثالوں سے معترض کو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن مجید نے حالت امن کے بارے میں بھی تعلیمات دی ہیں اور اسی طرح اگر ان پر جنگ کے حالات مسلط کردیئے جائیں تو ان حالات کے بارے میں بھی راہنمائی کی ہے۔

اگر جنگ کے بارے میں ہدایات نہ دی جاتیں تو یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ یہ کتاب کامل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دشمن سے مقابلے کیلئے تعلیمات نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ اس میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں متصادم ہوجائیں تو کیا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں قرآنی فرمان ہے: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 10) ترجمہ: اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کررہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں حسب ذیل امور بیان کیے گئے ہیں (1) اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں میں صلح کرادو (2) اگر صلح ہوجانے کے بعد اُن میں سے کوئی ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو سب مل کر اسی پر چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو (3) پھر اگر وہ دوبارہ صلح پر رضامند ہوجائے تو انصاف کو مدنظر رکھو۔

پس خلاصہ کلام یہ کہ قرآن مجید کی تمام تعلیمات کامل اور مکمل ہیں اس پر کسی قسم کا اعتراض اور سوال نہیں ہو سکتا۔

(باقی آئندہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

احمدی مومن اور مومنہ میں دین میں بڑھنے کیلئے مسابقت کی روح ہونی چاہئے نہ کہ دنیاوی چیزوں کیلئے

(مستورات سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ ہالینڈ 2019)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی مرد اور عورت کا کام ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے تا کہ نیکیوں میں توفیق ملے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو

(مستورات سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ ہالینڈ 2019)

طالب دعا: محمد پرویز حسین اینڈ فیملی (گوروپالی۔ساؤتھ) شانتی نکیتن (جماعت احمدیہ بیر بھوم، بنگال)

نماز جنازہ غائب

(قسط چہارم)

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یو.کے 2021 پر تیسرے روز نماز ظہر وعصر کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ’’اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘ 209 مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ان میں سے مزید 39 مرحومین کا مختصر ذکر ذیل میں پیش ہے:

(142) مکرم مبشر احمد صاحب ابن مکرم منیر احمد صاحب (ڈگری گھمناں ضلع سیالکوٹ) 8؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ لوکل جماعت میں صدر جماعت اور امیر حلقہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(143) مکرمہ بشریٰ بشیر صاحبہ اہلیہ مکرم بشیر احمد صاحب (امریکہ) 11؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں مرحومہ موصیہ تھیں۔ جامعہ نصرت ربوہ میں تدریس کے علاوہ پرنسپل کے فرائض سرانجام دیے۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ میں بطور سیکرٹری تعلیم و جنرل سیکرٹری خدمت بجالاتی رہیں۔ شوہر کے ہمراہ گیمبیا میں تدریس کے ساتھ ساتھ وہاں بھی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(144) مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ (ربوہ) 13؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ محلہ کی سطح پر لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔

(145) مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حبیب اللہ قریشی صاحب (کینیڈا) 14؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ نے حلقہ شیزان فیکٹری لاہور میں 12 سال صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(146) مکرم شریف احمد راجوری صاحب ابن مکرم میاں محمد اسماعیل صاحب (کنری، سندھ) 15؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مکرم برہان الدین احمد محمود صاحب (مربی سلسلہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی) اور مکرم مصباح الدین محمود صاحب (استاد جامعہ احمدیہ ربوہ) کے والد تھے۔

(147) مکرمہ فرح حبیب صاحبہ اہلیہ حبیب الرحمن صاحب (لاہور حال امریکہ) 15؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب (نائب امیر جماعت کیلیفورنیا) کی بھابھی تھیں۔ نیز محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب آپ کی والدہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

(148) مکرم نور الدین عمر صاحب ابن عمر علی Mnungu صاحب (تنزانیہ) 20؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ ان کے والد سینئر معلم سلسلہ ہیں اور ہیڈ کوارٹر کے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں لمبے عرصہ سے انتہائی محنت اور وفا کے ساتھ خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

(149) مکرمہ شکورہ شمس صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری شمس الدین صاحب (سابق صدر حلقہ ٹاؤن شپ لاہور) 28؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ٹاؤن شپ لاہور میں آپ کا گھر لمبا عرصہ جماعت کا سنٹر رہا۔ ہر جماعتی پروگرام کیلئے کھانا یا چائے اپنے ہاتھ سے بڑی خوش دلی سے بنا کر دیا کرتی تھیں۔ نرم دل، ہنس مکھ، دوسروں کا خیال رکھنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ کے ایک پوتے مکرم منظر احمد صاحب مربی سلسلہ آج کل بینن میں خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

(150) مکرمہ شازیہ انجم صاحبہ (ربوہ) 29؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔

(151) مکرمہ راشدہ ریحانہ شان صاحبہ اہلیہ شان محمد شیخ صاحب (کینیڈا) 29؍نومبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ آپ نے مقامی سطح پر صدر لجنہ کے علاوہ مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

(152) مکرمہ نذیراں بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم منیر احمد صاحب (کاتب الفضل ربوہ) 4؍دسمبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ آپ ربوہ کے ابتدائی آباد کاروں میں سے تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد خود سلائی اور محنت کر کے بچوں کو پالا اور انہیں تعلیم دلوائی۔ ایک بچے کو حافظ قرآن بھی بنایا۔ خاندان کی اکثر خواتین آپ سے کپڑے سلوایا کرتی تھیں۔ بہت دعا گو، مہمان نواز ایک نیک اور باہمت خاتون تھیں۔ مرحومہ مکرم ظہور احمد صاحب مربی سلسلہ (دفتر پرائیویٹ سیکرٹری یوکے) کی پھوپھی تھیں۔

(153) مکرم محمد مالک صاحب ابن ملک محمد نصیب صاحب (جرمنی) 6؍دسمبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر لنگر خانہ میں ڈیوٹی دینے کے علاوہ لوکل امارت میں بھی کھانا پکانے کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔

(154) مکرم عبدالباسط صاحب (ٹنڈو احمد خان، سندھ) 6؍دسمبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مرحوم نے اپنی جماعت میں سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(155) مکرمہ ڈاکٹر امۃ الحکیم شہناز صاحبہ (لاس انجلس، امریکہ) 8؍دسمبر 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ کی والدہ حضرت مولانا ذوالفقار علی گوہر صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ غرباء کا مفت علاج کرتیں اور انہیں اپنے خرچ پر دوائیاں بھی خرید کر دیتی تھیں۔

(156) چودھری خلیل احمد صاحب (کینیڈا) 17؍دسمبر 2020ء کو وفات پاگئے۔ سیکرٹری ضیافت، سیکرٹری رشتہ ناطہ، سیکرٹری تعلیم القرآن وقف عارضی ضلع لاہور کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ سانحہ لاہور میں مسجد دارالذکر میں زخمی ہونے کے باوجود اپنی پرواہ کیے بغیر دوسرے زخمیوں کو پانی پلاتے رہے۔

(157) مکرم احتشام البدر صاحب ابن مکرم محمد صادق ندیم صاحب (دارالعلوم شرقی حلقہ نور، ربوہ) 2؍جنوری 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ناصر ہائیر سیکنڈری سکول میں ٹیچر کے علاوہ انچارج اگزامینیشن سیل نظارت تعلیم ربوہ کے طور پر فرائض انجام دینے کی توفیق پائی۔

158۔ مکرمہ ناصرہ جبین صاحبہ (جرمنی) 19؍جنوری 2021ء کو وفات پاگئیں۔ حضرت رحیم بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پڑنواسی اور مکرم محمد عمران بشارت صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) کی والدہ تھیں۔

(159) مکرم بشیر احمد صاحب ابن مکرم نواب دین صاحب (کینیڈا) 26 فروری 2021ء کو وفات پاگئے۔ حضرت حکیم اللہ دتہ صاحب شاہ پوری صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے تھے۔ جماعت کے شعبہ ضیافت سے منسلک رہے اور جامعہ احمدیہ کینیڈا میں باورچی کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔

(160) مکرم مبشر احمد صاحب ابن مکرم رحیم بخش خان صاحب (چاہ گولے والا شہر سلطان تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ) 2؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ ضلع مظفر گڑھ میں دور دراز مجالس سے رابطہ کیلئے بہت خدمت کی توفیق پائی۔

(161) مکرم شریف احمد صاحب ابن منشی محمد الدین صاحب آف گجرات (حال یو.کے) 9؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ آپ نے مقامی صدر اور سیکرٹری مال کے علاوہ مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ شریف النفس، ہمدرد اور نرم دل انسان تھے۔ آپ مکرم اخلاق انجم صاحب (مربی سلسلہ وکالت تبشیر، یو.کے) کے سسر تھے۔

(162) مکرمہ شمیم اختر رفعت صاحبہ اہلیہ سراج الدین جاوید صاحب (جرمنی) 10؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مکرم عدیل طیب صاحب (مربی سلسلہ) کی دادی تھیں۔

(163) مکرم محبوب احمد خان صاحب دہلوی ابن مکرم حسن آسان دہلوی صاحب (نیوگارڈن ٹاؤن لاہور) 12؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ لاہور اور راولپنڈی میں لمبا عرصہ سیکرٹری مال رہے۔

(164) مکرم سردار عبدالمومن ڈوگر صاحب ابن مکرم سردار یعقوب احمد ڈوگر صاحب (دارالعلوم غربی سلام ربوہ) 21؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے زعیم محلہ اور صدر محلہ کے علاوہ مختلف شہروں میں قائد علاقہ اور قائد ضلع کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(165) مکرم منور احمد صاحب ابن مکرم غلام حیدر صاحب (گھٹیالیاں کلاں ضلع سیالکوٹ) 22؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ بطور انسپکٹر انصار اللہ خدمت بجالاتے رہے۔

(166) مکرم نصیر احمد طارق صاحب (ربوہ) 24؍مارچ 2021ء کو وفات پاگئے۔ آپ کو سلسلہ کے مختلف بزرگوں کی خدمت کا موقعہ ملا۔

(167) مکرم ملک تنویر احمد صاحب ابن ملک حمید احمد خان صاحب (کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ ربوہ) یکم اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ کفالت یک صد یتامی ربوہ میں لمبا عرصہ کام کے علاوہ بطور سیکرٹری تحریک جدید محلہ شکور پارک خدمت کی توفیق پائی۔

(168) مکرم سیٹھ بشیر الدین صاحب ابن سیٹھ محمد معین الدین صاحب (حیدرآباد، انڈیا) 2؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ آپ نے بطور صوبائی امیر آندھرا پردیش کے علاوہ ناظم مجلس انصار اللہ صوبہ آندھرا پردیش خدمت کی توفیق پائی۔

(169) عزیزم طلال احمد صاحب ابن مکرم محمد بلال احمد صاحب (ربوہ) 3؍اپریل 2021ء کو وفات پاگیا۔ وقف نو بچہ بعمر 10 ماہ۔

(170) مکرم محمد شفقت حیات صاحب ابن مکرم دلاور حسین صاحب (فیصل آباد) 5؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم مہمان نواز اور چندہ جات کی ادائیگی میں نمایاں تھے۔

(171) مکرم عبدالماجد صاحب (مورڈن، لندن) 10؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔

(172) مکرمہ عزیزہ بیگم صاحبہ (حافظ آباد) 15؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئیں۔ بے شمار خوبیوں کی مالک، سادہ مزاج، کم گو ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(173) مکرمہ تنویر بانو صاحبہ اہلیہ مکرم زبیر احمد اعوان صاحب (ننکانہ) 16؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مقامی لجنہ میں سیکرٹری تربیت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(174) مکرمہ بشریٰ قاسم صاحبہ اہلیہ محمد جاوید صاحب (حافظ آباد) 27 اپریل 2021ء کو وفات پاگئیں۔ ایک پاکباز نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(175) مکرم ملک محمد رفیق اعوان صاحب ابن مکرم نور محمد صاحب (جرمنی) 27؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ آپ ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ عقیدت کا گہرا تعلق تھا۔

(176) مکرم محمد نذیر صاحب ابن مستری محمد عبداللہ صاحب (لاہور) 28؍اپریل 2021ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ دارالذکر لاہور میں دفتری کاموں میں معاونت کرنے کے علاوہ بطور زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ سلطان پورہ خدمت کی توفیق پائی۔

(177) مکرمہ ناصرہ پروین صاحبہ (شیخوپورہ) 3؍مئی 2021ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(178) مکرمہ غلام سکینہ صاحبہ بنت مکرم حافظ ابوذر صاحب، معلم سلسلہ (خوشاب) 3؍مئی 2021ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مقامی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(179) مکرم شیخ ظفر اقبال صاحب ابن شیخ محمود احمد ظفر صاحب (فیصل آباد) 6؍مئی 2021ء کو وفات پاگئے۔ آپ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ کے پوتے اور مکرم نصر اقبال ظفر صاحب (مربی سلسلہ فیصل آباد) کے والد تھے۔

(180) مکرمہ طالعہ بی بی صاحبہ اہلیہ ملک نذر محمد صاحب مجوکہ (خوشاب) 12؍مئی 2021ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ صوم وصلوۃ کی پابند، ہمدرد، ملنسار، غریب پرور ایک نیک اور باوفا خاتون تھیں۔ بہت سے احمدی اور غیر احمدی بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پائی۔

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

بستی مندرانی کے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مختصر تذکرہ

(آصف احمد ظفر بلوچ، ربوہ حال مقیم لندن)

(قسط اول)

بستی مندرانی تونسہ شریف سے دس کلومیٹر دور رود کوہی سنگھڑ کے بائیں جانب آباد ہے اور اس بستی کی اکثریت مندرانی قوم پر مشتمل ہے جو بلوچوں کے ایک نتکانی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ یہ وہ خوش نصیب بستی ہے جس کے 15/افراد کو وقت کے امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلے تحریری بیعت اور ان میں سے آٹھ بزرگوں کو مختلف مواقع پر قادیان جا کر دستی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ تونسہ شریف سے بستی مندرانی کا فاصلہ جو تقریباً 10 کلومیٹر ہے کچھ عرصہ پہلے تک یا تو پاپیادہ طے کرنا پڑتا تھا اور یا بذریعہ اونٹ۔ اور یہ سارا علاقہ ریگزاروں اور جنگلوں سے اٹا پڑا تھا۔ چنانچہ اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے ایک سو بیس سال قبل ان بزرگ ہستیوں نے کن مشکلات میں سے گزر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پورا کیا ہوگا کہ جب میرا مہدی آئے تو اس کی جا کر بیعت کرنا اور اسے میرا اسلام پہنچانا خواہ اس کے لئے تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اس مضمون میں اس بستی کے ان چھ صحابہ کا تذکرہ پیش خدمت ہے جنہیں قادیان جا کر دستی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور یہ صحابہ کرام ”لال اصحاب“ قبرستان جسے قبرستان صحابہ بھی کہا جاتا ہے میں مدفون ہوئے اور دو صحابہ حضرت نور محمد خان صاحب مندرانی اور حضرت بخشن خان صاحب مندرانی کی قبریں طاہر شاہ بخاری منگروٹھہ کے قبرستان میں ہیں۔ ”لال اصحاب“ قبرستان میں دو ایسی لمبی قبریں ہیں جن کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور اسی وجہ سے اس قبرستان کو لال اصحاب کہتے ہیں اور یہ قبرستان کوہ سلیمان کے دامن میں واقع ہے۔ غالباً ربوہ بہشتی مقبرہ کے بعد پاکستان میں یہ واحد قبرستان ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھ صحابہ دفن ہیں اور ان کے حالات اور قبریں بھی محفوظ ہیں۔

(1) حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانیؓ

خاکسار کے پردادا حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب بستی مندرانی کے ان احمدی بزرگوں میں سے تھے جو پڑھے لکھے اور دینی علوم سے آراستہ تھے حافظ صاحب کے پردادا کبیر خان صاحب مندرانی کے ہاتھوں اس گاؤں کی بنیاد رکھی گئی (بحوالہ بندوبستی ریکارڈ موضع مندرانی 1872ء)

آپ کے والد محترم کا نام میر محمود خان صاحب مندرانی ابن بخش خان ابن کبیر خان تھا۔ آپ اپنی بستی کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ علاقے میں آپ کے سماجی و سیاسی مقام و مرتبہ کی وجہ سے انگریزوں نے آپ کو زرعی اراضی وغیرہ کی صورت میں مراعات کی بھی پیشکش کی تھی جو آپ نے قبول نہیں کی۔ حافظ صاحب اور نور محمد خان صاحب میر صاحب کی بڑھاپے کی اولاد ہیں۔ میر صاحب کی نرینہ اولاد نہیں تھی آپ نے ایک بزرگ حاجی حبیب سلطان صاحب جن کا مزار دروگھ بلوچستان میں ہے وہاں منت مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد دے گا تو میں اس مزار پر دمامے رکھواؤں گا میر صاحب کی دعا قبول ہوئی اور پھر آپ نے اس مزار پر دو دمامے رکھوائے۔ گویا خاندانی اعتبار سے حافظ صاحب زمیندار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے جن کی موضع مندرانی، موضع منگروٹھہ، موضع پوکھاں اور اندر پہاڑ زرعی اراضی تھی۔ حافظ صاحب ذاتی طور پر کاشتکاری، زمینداری سے براہ راست تعلق نہ رکھتے تھے یہ سلسلہ ان کے بڑے بھائی حضرت نور محمد خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنبھالا ہوا تھا۔ حافظ صاحب کا زیادہ تر وقت مذہبی مطالعہ، تعلیم اور تعلم میں گزرتا تھا۔ ان کے بستی مندرانی میں ایک استاد اور روحانی رہبر تھے جن کا نام حضرت میاں رانجھا صاحب تھا۔ میاں صاحب موصوف قرآن مجید و حدیث اور علوم تصوف سے گہری وابستگی رکھتے تھے وہ عملی صوفی تھے اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے۔ میاں صاحب کے شاگردوں کا وسیع حلقہ تھا جن میں حافظ صاحب کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب اور حافظ صاحب کے ذریعے بستی مندرانی میں اس علمی مذہبی اور روحانی روایت کی بنیاد رکھی گئی جو بالآخر جماعت احمدیہ کے قیام پر منتج ہوئی اور حافظ صاحب نے اپنے کئی رفقاء کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بستی مندرانی میں قیام جماعت کے حوالے سے حافظ صاحب کی حیثیت رکن رکین کی سی تھی جس کا اقرار علاقہ سنگھڑ کے بدترین احمدی مخالف آج بھی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت میاں رانجھا صاحب نے آپ سے کہا کہ حافظ صاحب میں اس دنیا سے گزر جاؤں گا اور آپ زندہ ہوں گے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جب وہ ظہور فرمائیں ان کا انکار نہ کرنا۔ انہوں نے آخری عمر میں ایک تلوار خریدی۔ حضرت حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اب تلواروں کا زمانہ نہیں رہا۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ امام مہدی کا جب ظہور ہوگا تو میں اس کے ساتھ مل کر جہاد کروں گا شاید اسی سبب سے اور اپنے استاد کی تقلید میں پرانے عقائد کے مطابق پھر خود حافظ صاحب نے اپنے لئے بھی ایک تلوار بنوالی اور یہ تلوار اب بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

والد محترم مکرم ناصر احمد ظفر صاحب اپنے ایک مضمون ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند قدیم صحابہ“ میں لکھتے ہیں کہ بستی کے سب سے پہلے شخص جو قادیان پہنچے ان کا نام محمد ولد محمود تھا حصول تعلیم کی خاطر پندرہ سولہ سال پنجاب کے مختلف علاقوں میں تعلیم پاتے رہے اور پھر بالآخر راولپنڈی پہنچے اور حکیم شاہ نواز صاحب سے طبابت سیکھنے لگے۔ حکیم صاحب احمدی تھے وہاں حضرت مسیح موعود کا نام سنا اس پر فوراً راولپنڈی سے قادیان چلے گئے اور وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی شاگردی اختیار کی اور فن طبابت سیکھنے لگے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے کتب خانہ میں رہائش اختیار کی۔ یہی صاحب بعد میں قادیان میں مولوی محمد شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے انہیں مربی بنا کر کشمیر بھیج دیا موضع آسنور میں انہوں نے شادی کی۔

(الفضل 2/فروری 1955)

مولوی محمد اسداللہ صاحب قریشی نے تاریخ احمدیت ”جموں و کشمیر“ میں اولین مربیان سلسلہ کشمیر کے حوالہ سے صفحہ 118 پر آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

قادیان سے آپ نے بستی مندرانی جانے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حضرت حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا کہ ”دل سخت مشوش ہے۔ کیا ایک مہینہ کیلئے وطن جا سکتا ہوں؟ والسلام، محمد شاہ۔ حضرت حکیم صاحب نے خط کے دوسرے کونے پر تحریر فرمایا ”السلام علیکم! میرے خیال میں تو حرج نہیں مگر حضرت صاحب سے اجازت لینا چاہئے۔ نورالدین“

حضرت مولوی صاحب کی اس تحریک پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا چنانچہ حضور نے خط کی پشت پر اپنے قلم مبارک سے حسب ذیل جواب لکھا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انسان جب سچے دل سے خدا کا ہو کر اس کی راہ اختیار کرتا ہے تو خود اللہ تعالیٰ اس کو ہر یک بلا سے بچاتا ہے اور کوئی شریر اپنی شرارت سے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اسکے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ سو چاہئے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کو یاد رکھو اور اسکی پناہ ڈھونڈو اور نیکی اور راستبازی میں ترقی کرو اور اجازت ہے کہ اپنے گھر چلے جاؤ اور اس راہ کو جو سکھلایا گیا ہے فراموش مت کرو کہ زندگی دنیا کی ناپائدار اور موت در پیش ہے۔ یکم اپریل 1903

اور میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ والسلام خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ“

(الفضل 8/اپریل 1930 صفحہ 6 و مکتوبات احمد جلد پنجم صفحہ 163)

حضور کا یہ اصل خط آج بھی ہمارے خاندان کے پاس محفوظ ہے۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے خاکسار کے ذریعے اس خط کو پہلی دفعہ حال ہی میں شائع ہونے والی مکتوبات احمد جلد پنجم میں شامل کر لیا گیا ہے۔ الحمد للہ۔

آپ کا یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب ہے 2009 میں خاکسار جب جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان گیا تو متعدد بار بہشتی مقبرہ میں آپ کی یادگار پر دعا کی توفیق ملتی رہی۔ کتبہ کی تحریر کے مطابق بوقت وفات آپ کی عمر 65 سال اور وصیت نمبر 819 تھا۔ 18 مارچ 1920 کو کشمیر میں وفات پائی اور اسی جگہ مدفون ہیں آپ جماعت کے بزرگ عالم و شاعر حضرت مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کے رشتہ میں ماموں تھے۔ آپ کس ماہ و سال قادیان پہنچے اس بارہ میں کوئی مستند معلومات تو نہیں تاہم ستمبر 1942 فرقان رسالہ میں حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق صحابہ کی حلفیہ شہادتیں شائع ہوئی ہیں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے کی شہادت جو صفحہ 10 پر درج ہے اس میں شاہ صاحب کا بھی ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ جب ”ایک غلطی کا ازالہ“ کتاب شائع ہوئی تو آپ وہیں قادیان میں ہی رہائش پذیر تھے۔ حضرت حافظ صاحب اور حضرت محمد شاہ صاحب کی 1901 میں ہونیوالی خط وکتابت کے نتیجہ میں بستی کے 15 افراد نے تحریری بیعت کے خطوط حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں بھجوا دیئے۔ محترم حافظ صاحب کی بیعت کا اعلان 24 ستمبر 1901 کے الحکم میں شائع ہوا۔

1903 میں حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب حضرت عثمان خان صاحب اور بخشن خان صاحب قادیان روانہ ہوئے وہاں جا کر انہوں نے حضور کی دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور 15، 20 دن تک برکات صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے اور ساتھ ہی رسالہ ریویو آف ریلیجنز بھی اپنے نام پر جاری کروا آئے۔ آپ اخبار بدر اور تشحیذ الاذہان کے بھی مستقل خریدار تھے مئی 1910ء اور ماہ جولائی 1913ء کے تشحیذ الاذہان میں آپ کا نام بھی درج ہے۔ اس طرح بستی مندرانی میں ایک مضبوط جماعت قائم ہوگئی۔ آپ نے بستی مندرانی میں ایک احمدیہ مسجد بھی تعمیر کروائی اور جماعت کے صدر بھی رہے۔ آپ کے مکانات بھی مسجد کے قریب تھے لہٰذا آپ نماز کے بعد احباب جماعت کو مسجد میں جمع کرتے اور انہیں دینی باتوں سے روشناس کرواتے۔ آپ نے مندرانی غربی اور مندرانی شرقی کے لوگوں کو قرآن مجید بھی پڑھایا تھا۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ ذاتی شوق سے عربی اور فارسی کے علوم کی تحصیل کی۔ آپ فارسی کے اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ایک فارسی کی منظوم کتاب بھی لکھی تھی مگر افسوس کہ وہ قبل از اشاعت ہی ضائع ہوگئی۔ اس کتاب کا پہلا شعر میرے دادا حضرت مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کو یاد تھا۔ اس کتاب کی پہلی نظم کا عنوان تھا ”سلام بنام امام مہدی“ جس کا پہلا شعر تھا۔

السلام اے یوسف کنعان ما
السلام اے نوح کشتی بان ما

حضرت نور محمد خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد تھے، ان کا ایک واقعہ کچھ اس طرح ہے: نور محمد خان صاحب ایک دن اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے اور ملحقہ کھیت میں ایک اور غیر از جماعت مخالف ہل چلا رہا تھا۔ مکرم نور محمد خان صاحب کو پیاس لگی آپ کے پاس پانی نہیں تھا۔ آپ نے غیر از جماعت کے مشکیزہ سے پانی پی لیا۔ غیر از جماعت اس بات پر تلملایا اور اس نے سارا پانی گرا کر مشکیزہ کو دوبارہ بھر لیا۔ یہ سارا واقعہ نور محمد خان صاحب نے حافظ فتح محمد صاحب کو بتایا۔ اگلے دن حافظ صاحب نے حافظ شیرازی کا ایک شعر نور محمد صاحب کو لکھ کر دیا اور کہا کہ اس غیر از جماعت کو دینا اور اسے کہنا کہ یہ شعر اپنے پیر سے پڑھوائے اور اس کا مطلب پوچھے۔

کجا است صوفی دجال چشم ملحد شکل
بگو بسوز کہ مہدی دیں پناہ رسید

ترجمہ۔ کہاں ہے دجال کی آنکھ اور ملحد کی شکل والا صوفی کہدو کے جل مرے کہ دین کو بچانے والا مہدی پہنچ گیا ہے۔

اس آدمی نے یہ شعر اپنے پیر صاحب کو دیا اس غیر از جماعت کی ایک آنکھ نہیں تھی پیدائشی طور پر اس کی ایک ہی آنکھ تھی۔ وہ شعر کا مطلب سن کر بہت شرمندہ ہوا اور دوسرے دن حضرت نور محمد صاحب سے معافی مانگی اور پھر کبھی شرارت نہیں کی۔

(بحوالہ روشنی کا سفر صفحہ 110، صادقہ منیر مندرانی)

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

میری طبیعت اور فطرت کا یہی اقتضاء ہے کہ جو کام ہو اللہ کیلئے ہو، جو بات ہو خدا کے واسطے ہو

مسلمانوں میں اِدبار اور زوال آنے کی یہ بڑی بھاری وجہ ہے، ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لسّان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے، وہ بات کیا ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا قوم دن بدن ترقی کی بجائے تنزل ہی کی طرف جاتی ہے، بات یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 6/اگست 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہونے والوں کو حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: کورونا کی وجہ سے جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت محدود ہے لیکن گھروں میں اور جماعتی انتظام کے تحت مساجد میں اور ہالوں میں جلسہ سنا جائے گا۔ بہرحال جو بھی اس طرح جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ اس سوچ کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوں کہ گویا وہ جلسہ گاہ میں ہی ہیں اور تینوں دن پروگراموں کو سنیں اور دعاؤں میں گزاریں۔

سوال میزبانوں کو حضور انور نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: میزبانوں کو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حالات کی وجہ سے مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ سمجھ کر relax نہ ہو جائیں کہ مہمانوں کی تعداد کم ہے۔ بڑی احتیاط سے اور توجہ سے ہر ایک کی مہمان نوازی کریں۔ جلسہ پر آنے والے مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں اور ان کی ہمیں حتی الوسع پوری خدمت کرنی چاہیئے۔

سوال جلسہ پر کام کرنے والے کارکنان کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں تک برطانیہ کے جلسہ کے کارکنان کا تعلق ہے ہر طبقے کے کارکن، ناصرات میں سے بھی، لجنہ میں سے بھی، اطفال میں سے بھی، خدام میں سے بھی، انصار میں سے بھی اپنی ڈیوٹیوں اور اپنے کام میں بہت ماہر ہو چکے ہیں اور بڑا کام سنبھال لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نئے شامل ہونے والے بچوں اور بچیوں کو بھی وہ اچھی طرح کام سکھا سکتے ہیں اس لیے اس لحاظ سے تو کوئی فکر نہیں کہ کام آتا نہیں۔

سوال مہمان نوازی اہمیت وفضیلت پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مہمان نوازی ایک ایسا خلق ہے جو انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ایک خاص وصف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی جب زیادہ مہمان آنے شروع ہو گئے تو آپؐ صحابہ میں مہمان بانٹ دیا کرتے تھے اور صحابہ بڑی خوشی سے مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور جب صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں سے صحابہ کی مہمان نوازی کے بارے میں پوچھتے تھے تو ہر ایک کا یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم نے ایسی خدمت کرنے والے میزبان نہیں دیکھے جنہوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہمان سے حسن سلوک کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سب وشتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے تو تب بھی اسے گوارا کرو۔

سوال حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کا کونسا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ لاہور سے قادیان آیا۔ مجھے حضرت صاحبؑ نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو اس وقت تک ایک چھوٹی سی جگہ تھی پھر فرمایا آپ بیٹھیے میں آپ کیلئے کھانا لاتا ہوں۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے لیکن چند منٹ کے بعد جب کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لیے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا آپ کھانا کھائیے مَیں پانی لاتا ہوں۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرتؑ ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہمارے لیے یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے۔

سوال مہمانوں کے آرام کا خیال رکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: میرا ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کیلئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمان کو آرام دیا جائے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال مہمانوں سے مساوی سلوک کرنے کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے کیا فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لنگر خانے کے انچارج کو ایک مرتبہ فرمایا: دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاحترام جان کر خدمت کرو۔ حضور انور نے فرمایا: پس میزبان کیلئے سب مہمان، مہمان ہیں۔ کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کرنا۔ یہ نہیں کہ فلاں عہدیدار ہے یا فلاں میرا واقف ہے تو اس کی زیادہ خدمت کروں، اس سے زیادہ بہتر سلوک کروں۔ سب کو مہمان سمجھ کر برابر خدمت کرو۔

سوال جلسہ پر آنے والے مہمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مہمان صرف میزبانوں سے امید نہ رکھیں کہ یہی ہماری خدمت پر مامور ہیں اور ہماری ہر بات سنیں اور اس پر عمل کریں بلکہ مہمانوں کو بھی جو قاعدہ قانون بنایا گیا ہے اس کی پابندی کرنی چاہیے تبھی کام صحیح رنگ میں اور روانی سے ہو سکتا ہے۔ مہمان بھی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اسلام نے جہاں میزبان کو مہمان کی عزت واحترام کرنے کی ہدایت کی ہے وہاں مہمانوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بحیثیت مہمان تمہاری بھی کچھ ذمہ داری ہے۔

سوال جلسہ کے ایام کس طرح گزارنے چاہئیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جلسہ کے ایام میں ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک نکتہ بیان فرمایا۔ کہتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب مجالس میں بیٹھے ہوں تو وہاں ذکر الٰہی ہونا چاہیے۔ اس کا فائدہ خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ کہ اگر تم ذکر الٰہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ذکر کرنا شروع کر دے گا۔ اب اس بندے جیسا خوش قسمت کون ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ کرے۔ اس لیے ان دنوں میں خاص طور پر ذکر الٰہی پر زور دیں اور دنیا میں پھیلے ہوئے احمدی جہاں اکٹھے ہو کر جلسہ سن رہے ہیں یا گھر والوں کے ساتھ مل کر جلسہ سن رہے ہیں تو وہ بھی ذکر الٰہی پر توجہ دیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچنے والے ہوں۔

سوال تقاریر میں ظاہری قیل وقال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کیلئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل وقال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض وغایت آکر اس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضاء ہے کہ جو کام ہو اللہ کیلئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔ پھر فرمایا: مسلمانوں میں اِدبار اور زوال آنے کی یہ بڑی بھاری وجہ ہے ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لسّان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے، وہ بات کیا ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ قوم دن بدن ترقی کی بجائے تنزل ہی کی طرف جاتی ہے۔ بات یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے۔

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُن لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار ان میں ہی ہوگا

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 16/جولائی 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے قرآن کریم کی کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے آیت: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۃ المجادلہ:10) کی تلاوت فرمائی۔

سوال انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر خدا نے انسان پر کونسی ذمہ داریاں عائد کی ہیں؟

جواب انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنا کر اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرو اور اس کی مخلوق کے حقوق بھی ادا کرو، اخلاق کے اعلیٰ معیار بھی قائم کرو اور ان میں ترقی کرتے چلے جاؤ۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجالس کی کیا کیا قسمیں بیان کیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مجالس کی بھی کئی قسمیں ہیں کچھ مجلسیں دنیاداری کے لئے لگتی ہیں اور کچھ مجلسیں دین کی خاطر ہوتی ہیں۔ لیکن ایک مومن کے لئے دنیاوی مجالس بھی اگر وہ اللہ تعالیٰ کے خوف، خشیت اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے لگائی جائیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والی بن جاتی ہیں۔

سوال قرآن کریم نے مجلسیں لگانے والوں کو کیا ہدایت فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم نے مجلسیں لگانے والوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ تمہاری مجلسیں دینی غرض کیلئے ہوں یا دنیاوی غرض کیلئے ہوں، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھو۔ اگر تم میرے بندے ہو تو تمہارے منہ سے صرف اچھی بات ہی نکلنی چاہیئے کیونکہ اگر یہ نہیں کرو گے تو تمہارے معاشرے میں، تمہاری مجالس میں ہمیشہ شیطان فساد پیدا کرتا رہے گا۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت کی کیا تشریح فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس آیت میں مخاطب مومنوں کو کہا گیا ہے کہ انسان اپنے مسائل کے حل کیلئے ایک دوسرے سے مشورے لیتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ پھر اپنی رائے میں مضبوطی پیدا کرنے کیلئے اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اس صورت میں یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ تمہارے مشورے میں کبھی گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ ہو۔ بعض دفعہ آپس میں بیٹھ کر مشورے شروع ہو جاتے ہیں کہ جماعت کا یہ کام اس طرح نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس طرح ہونا چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا: یہ جو مجلسیں ہیں جہاں اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں چاہے تم بدنیتی سے نہیں بھی کر رہے ہو تو تب بھی یہ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کے زمرے میں آئیں گی اس

لئے کہ جب نظام نے تمہیں واضح طور پر ایک لائن دے دی کہ ان پر چل کر کام کرنا ہے تو تمہارا فرض بنتا ہے کہ ان پر چل کر ہی کام کرو اس کے بارے میں اب علیحدہ بیٹھ کر چند آدمیوں کو لے کر مجلسیں بنا کر باتیں کرنے اور امیر کے احکامات سے روگردانی کرنے کا اب کوئی حق نہیں پہنچتا۔

سوال جن مجالس میں دین کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں ان میں ایک مومن کا کیا ردّ عمل ہونا چاہئے؟

جواب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب دیکھو کہ کسی مجلس میں اللہ اور اسکے رسول پر ہنسی ٹھٹھا ہو رہا ہے تو یا تو وہاں سے چلے جاؤ تا کہ ان میں سے نہ گنے جاؤ اور یا پھر پورا پورا کھول کر جواب دو۔ یہ نفاق ہے کہ مجلس میں بیٹھے رہنا اور ہاں میں ہاں ملائے جانا۔ دبی زبان سے اخفاء کے ساتھ اپنے عقیدے کا اظہار کرنا۔

سوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی ایسی مجلس کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب ایک صحابی ضرغامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپؐ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جب تم کسی قوم کی مجلس میں جاؤ اور انہیں اپنے مزاج کی باتیں کرتے پاؤ تو وہاں ٹھہرو اور اگر وہ ایسی باتوں میں مشغول ہوں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو تو اس مجلس کو چھوڑ دیا کرو۔

سوال رسول کریم ﷺ نے مجالس کی کتنی اقسام بیان فرمائیں ہیں؟

جواب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجالس تین قسمیں کی ہوتی ہیں۔ سلامتی والی، غنیمت والی یعنی زائد فائدہ دینے والی اور ہلاک کر دینے والی مجالس۔

سوال مسجدوں میں کتاب اللہ کی درس و تدریس کرنے والوں کے ساتھ خدا کیسا سلوک کرتا ہے؟

جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی قوم مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم درس و تدریس کے لئے بیٹھی ہو تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ رحمت باری ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے جلو میں لے لیتے ہیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجلس میں بیٹھنے کی نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم نشیں کیسے ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهٗ یعنی ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

سوال مجلسوں میں ذکر الٰہی نہ کرنے والوں کے متعلق حضور انور نے کونسی روایت بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں اور وہاں ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ اپنی اس مجلس کو قیامت کے روز حسرت سے دیکھیں گے۔

سوال صحبت صالحین حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا اہمیت بیان فرمائی؟

جواب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کر جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ۔ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔

سوال مجلس کی ہر بات امانت ہے اسکے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مجالس امانت ہوتی ہیں۔ جس مجلس میں بیٹھے ہیں اگر وہ پرائیویٹ ہے یا کسی خاص قسم کی مجلس ہے تو اس میں ہونے والی باتوں کو باہر نکالنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔

سوال مجلس سے اٹھتے وقت کونسے کلمات پڑھنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا؟

جواب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ ایسے کلمات ہیں جس نے بھی ان کو اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اس کے وہ گناہ جو اس نے وہاں کئے ہوں گے ان کو ڈھانپ دیگا اور جس نے یہ کلمات کسی خیر کی مجلس میں اور ذکر الٰہی کی مجلس میں پڑھے تو ان کے ساتھ اس پر مہر کر دی جائے گی جیسے کہ مہر کے ساتھ کسی صحیفہ پر مہر کر دی جاتی ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

یعنی ابھی نہیں مرے بلکہ آخری زمانہ میں جا کر مرینگے" کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ میری امت کے لوگ میری زندگی میں نہیں بگڑے بلکہ میری موت کے بعد بگڑے ہیں پس اگر فرض کیا جائے کہ اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اب تک نصاریٰ بھی نہیں بگڑے کیونکہ آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا کہ نصاریٰ کا بگڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی سخت بے ایمانی نہیں ہوگی کہ ایسی نص صریح سے انکار کیا جائے۔ (ایضاً صفحہ 219 حاشیہ)

صحابہ اس بات پر ایمان لاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں

اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود ایسی نصوص صریح کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آنیوالے مسیح کے امتی ہونے پر دلالت کرتی تھیں پھر کیوں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے اتر آئیں گے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس امر میں جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت نادان یا سخت خیانت پیشہ اور دروغ گو ہے کیونکہ صحابہ کو اس پیشگوئی کی تفاصیل کی ضرورت نہ تھی وہ بلاشبہ بموجب آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اس بات پر ایمان لاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تبھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اس بات کا احساس کر کے کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں شک رکھتے ہیں زور سے یہ بیان کیا کہ کوئی بھی نبی زندہ نہیں ہے سب فوت ہو گئے۔ اور یہ آیت پڑھی کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور کسی نے ان کے اس بیان پر انکار نہ کیا۔ پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث و قرآن و متقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں۔ اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصحّ الکتب ہے، وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فاضل و محدث و مفسر ابن تیمیہ و ابن قیّم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ ایسا ہی رئیس المتصوفین شیخ محی الدین ابن العربی صریح اور صاف لفظوں سے اپنی تفسیر میں وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح فرماتے ہیں۔ اسی طرح اور بڑے بڑے فاضل اور محدث اور مفسر برابر یہ گواہی دیتے آئے ہیں اور فرقہ معتزلہ کے تمام اکابر اور امام یہی مذہب رکھتے ہیں۔ پھر کس قدر افترا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا اجماعی عقیدہ قرار دیا جائے...... ان لوگوں نے اس عقیدہ کو اختیار کرنے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے اور...... پھر کسی وقت زمین پر واپس آئیں گے قرآن شریف کی چار جگہ مخالفت کی ہے۔ **اوّل** یہ کہ قرآن شریف صریح لفظوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یہ لوگ ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ **دوسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کوئی انسان بجز زمین کے کسی اور جگہ زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ "نہیں اس زمین اور کرہ ہوا سے باہر بھی انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اب تک جو قریباً انیسویں صدی گذرتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں" حالانکہ زمین پر جو قرآن کے رو سے انسانوں کے زندہ رہنے کی جگہ ہے باوجود زندگی کے قائم رکھنے کے سامانوں کے کوئی شخص انیس سو برس تک ابتدا سے آج تک کبھی زندہ نہیں رہا تو پھر آسمان پر انیس سو برس تک زندگی بسر کرنا باوجود اس امر کے کہ قرآن کے رو سے ایک قدر قلیل بھی بغیر زمین کے انسان زندگی بسر نہیں کر سکتا، کس قدر خلاف نصوص صریح قرآن ہے جس پر ہمارے مخالف ناحق اصرار کر رہے ہیں۔ **تیسرے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ کسی انسان کا آسمان پر چڑھ جانا عادۃ اللہ کے مخالف ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۝ لیکن ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ کو انکے جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چڑھاتے ہیں۔ **چوتھے** یہ کہ قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ 220 حاشیہ)

بیس ہزار روپے کا پُرشوکت انعامی چیلنج

غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کیساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متّصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کیلئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اُترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اُترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کیساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئینگے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اسکے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔ (ایضاً صفحہ 225 حاشیہ)

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

(منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 11 - November - 2021 Issue. 45

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

اگر اس ایک نشان کو ہی مخالفین غور سے دیکھیں اور اپنے بغضوں کو نکال کر انصاف سے کام لیں تو احمدیت کی سچائی کی یہی نشانی ان کے دلوں کو مخالفت سے پاک کر سکتی ہے، لیکن ان کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں، ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے

تحریک جدید کے نئے سال کا بابرکت اعلان اور دُنیا بھر کی جماعتوں سے مالی قربانی کے واقعات کا نہایت ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 5؍نومبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مؤمنین کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے پاک مال سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر جو قربانی کرنے والے اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مال کا مصرف بھی بتایا کہ کس طرح خرچ کرنا ہے کہاں خرچ کرنا ہے۔ جماعت کے افراد کو بھی پتہ ہے کہ جو قربانیاں وہ دیتے ہیں وہ کس طرح خرچ کی جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس مشن کو لے کر آئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنا اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانا، یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے بڑا وسیع کام ہے اس کیلئے اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب جماعت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھتے ہوئے کہ اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو، یہ اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے احمدی اپنی مالی قربانیوں کے ایسے ایسے نمونے پیش کرتے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر انسان اس یقین پر پہلے سے بڑھ کر قائم ہو جاتا ہے کہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہی فرستادے ہیں جن کے ذریعہ سے آخری زمانے میں اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلنی تھی۔ اگر اس ایک نشان کو مخالفین غور سے دیکھیں اور اپنے بغضوں کو نکال کر انصاف سے کام لیں تو احمدیت کی سچائی کی یہی نشانی ان کے دلوں کو مخالفت سے پاک کر سکتی ہے لیکن ان کے دل تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں خاص طور پر نام نہاد علماء کے۔ بہر حال ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مؤمنین سے وعدہ ہے کہ جو مال بھی تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہو اسے میں کئی گنا بڑھا کر لوٹاؤں گا لیکن بہت سے احمدی ایسے ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہے اگر دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ان کی یہ سوچ ہے کہ قربانی سے اللہ تعالیٰ ہمارے سے راضی ہو اور ہماری عاقبت سنورنے کے سامان پیدا ہو جائیں۔

حضور انور نے فرمایا بعض لوگوں کے ذہنوں میں سوال اٹھتے ہیں کہ ہم کیوں چندہ دیں اور کس لئے چندہ دیں۔ تو یہ عہدیداروں کا کام ہے کہ اپنے رویوں اور عمل سے لوگوں کے شکوک دُور کریں۔ لوگوں میں اعتماد قائم ہو پتہ ہو کہ جو لوگ چندہ دے رہے ہیں اسکا ایک خاص مصرف ہے اور اسی مقصد کیلئے خرچ ہوتا ہے دوسرے پیار سے انہیں سمجھائیں کہ مالی قربانی کی کیا اہمیت ہے۔ اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ان کو ملتی ہے۔ حضور انور نے کچھ مصرف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قربانی اشاعت اسلام پر خرچ ہوتی ہے۔ ٹی وی چینل پر بے شمار خرچ ہوتا ہے کتب شائع ہو رہی ہیں قرآن کریم کی اشاعت ہو رہی ہے غریب بچوں کی تعلیم پر خرچ ہو رہا ہے بھوکوں کو کھانا کھلانے پر خرچ ہو رہا ہے مبلغین کی تعلیم اور ان کے ذریعہ تبلیغ پر خرچ ہو رہا ہے مساجد بن رہی ہیں اور بہت سے اخراجات ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دُنیا بھر کی جماعتوں سے مالی قربانیوں کے نہایت ایمان افروز واقعات سنائے۔ حضور انور نے فرمایا: گنی کناکری کے مبلغ انچارج نے لکھا کہ جب انہوں نے میرے خطبے میں سے جو میں نے تحریک جدید پر دیا تھا بعض ایمان افروز واقعات پڑھ کے سنائے تو ایک خاتون میمونہ صاحبہ کا فون آیا کہ گھر کے اخراجات کیلئے رقم نہیں تھی اور ان کے شوہر کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کے والد نے انہیں ایک لاکھ گنی فرانک کی رقم تحفۃً دی جس پر وہ بتاتی ہیں کہ میں اس شش و پنج میں تھی کہ چندہ دوں یا گھر کے اخراجات کیلئے اس رقم کو استعمال کروں۔ پھر میں نے دعا کر کے آدھی رقم یعنی پچاس ہزار فرانک چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں کہ اس بات کو چوبیس گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین لاکھ فرانک کی رقم معجزانہ طور پر عطا کی جہاں سے مجھے کوئی گمان بھی نہیں تھا کہ رقم ملے گی۔ اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور کہتی ہیں میرے ایمان میں بھی بہت اضافہ ہوا۔

ساؤتھ افریقہ کے ایک دوست ہیں شاہین صاحب کہتے ہیں کہ تحریک جدید کی ادائیگی کا آخری مہینہ تھا میں نے خیال کیا کہ اگر اب چندہ نہ دیا تو پھر موقع ملے یا نہ ملے چنانچہ مَیں نے اکاؤنٹ میں موجود آدھی رقم دے دی گرچہ کہ یہ کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔ اس روز خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میرے والد صاحب نے میرے اکاؤنٹ میں کچھ رقم ٹرانسفر کی جو چندہ میں دی ہوئی رقم سے بیس گنا زیادہ تھی۔ میں نے اس رقم پر بھی چندہ ادا کیا۔ اسی دن شام کو کمپنی کی طرف سے دبئی میں نوکری کا آفر ملا اور میں نے ہاں کر دی۔ اس طرح میرے لئے ایک بہت اچھے روزگار کا بھی بندوبست ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں یہ دو واقعات اتفاقی نہیں ہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل محض چندہ دینے سے اور قربانی کرنے سے ہوا۔

پھر آسٹریلیا کے مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کے ایک ممبر نے چندہ دینے کا وعدہ کیا ان کے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے۔ وعدے کے مطابق جب چندہ ادا کیا تو دل میں یقین کیا کہ خدا تعالیٰ مجھے سو گنا بڑھا کر دے گا۔ انہوں نے ایک پلاٹ خریدا ہوا تھا چندے کی ادائیگی کے بعد معجزانہ طور پر اس پلاٹ کا منافع سو گنا سے بھی زیادہ بڑھ گیا اس طرح اُنہیں پختہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مالی قربانی کو قبول کرتے ہوئے یہ فضل فرمایا۔

مبلغ قزاخستان لکھتے ہیں ایک مخلص احمدی علی بیک صاحب نے دس ہزار تنگے جوان کی کرنسی ہے تحریک جدید میں ادا کئے اور کہتے ہیں اس کے بعد میں کام پر چلا گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد کمپنی کے اعلیٰ افسر نے مجھے بلایا اور کہا کہ ہماری کمپنی کو اس دفعہ بہت منافع ہوا ہے اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پوری کمپنی میں سے تین لوگوں کو اچھا کام کرنے پر ایک لاکھ کا بونس دیں گے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس چندے کی وجہ سے دس گنا کر کے مجھے عطا کر دیا اور اس کی مجھے کوئی امید نہیں تھی۔

برمنگھم یو.کے سے ایک احمدی لکھتے ہیں مَیں نے اپنی فیملی کے ساتھ 2016ء میں بیعت کی تھی اور بیعت سے پہلے مالی حالات کافی خراب تھے اور قرض بھی بہت زیادہ تھا۔ بیعت کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے کہ میری اہلیہ کو ایک سکول کے پروگرام میں تبلیغی سٹال لگانا تھا میں نے اپنے کام سے چھٹی لے لی تا کہ بچوں کو سنبھال سکوں۔ اس چھٹی کی وجہ سے سو پاؤنڈ کا نقصان ہونا تھا جبکہ ہمارے حالات بھی اچھے نہیں تھے اور یہ ہمارے لئے بہت بڑی رقم تھی۔ لیکن مَیں نے یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ کے کام کیلئے چھٹی لینی ہے رخصت لے لی۔ کہتے ہیں میری اہلیہ اپنا کام ختم کر کے گھر پہنچی ہیں تو میرے باس کا فون آیا کہ اگر ہو سکے تو ایک گھنٹے میں کام کی جگہ پہنچ جاؤ کیونکہ ایمرجنسی کام آ گیا ہے۔ کہتے ہیں میں نے فوراً روانگی کی اس دن صرف ایک گھنٹہ کام کیا اور پورے دن کے پیسے جو تھے سو پاؤنڈ مل گئے اور کئی روز تک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام پا کر خوش ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کرولائی صوبہ کیرالہ کے ایک دوست ہیں بڑے صاحب حیثیت ہیں۔ اچھا کاروبار ہے اور تحریک جدید کی ادائیگی میں غیر معمولی جوش بھی رکھتے ہیں ہر سال بڑی خطیر رقم پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اس سال کورونا کی وجہ سے حالات ایسے نہیں تھے کہ بڑی رقم دے سکیں۔ لیکن توکل تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور انتظام کر دے گا۔ کہتے ہیں اختتام سے صرف دو دن پہلے دس لاکھ روپے کی بڑی رقم انہوں نے تحریک جدید میں پیش کی۔ پھر جمعہ کے دن مبلغ صاحب نے خطبہ کے دوران چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی اور کچھ واقعات میرے خطبہ میں سے پڑھ کے سنائے اس سے متاثر ہو کر انہوں نے دس لاکھ کے بجائے تقریباً اٹھارہ لاکھ روپے کا چندہ پیش کیا۔ کہتے ہیں کہ ان کو امید ہے کہ ایک سرکاری پراجیکٹ ان کو مل جائے گا اگر وہ مجھے مل گیا تو تحریک جدید میں اور بڑی رقم ادا کروں گا۔ تو بہر حال امراء میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں میں ایسا طبقہ ہے جو قربانی کا جذبہ رکھتا ہے اور جو پیسے آتے ہیں تو چھپاتے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برکینا فاسو، سیرالیون، گنی کناکری، گیبون، اردن، تنزانیہ، بیلیز، مراکش، آسٹریلیا، ارجنٹائن، لائبیریا، مالی، بینن کی جماعتوں سے مالی قرآنی کے نہایت ایمان افروز واقعات سنائے۔

حضور انور نے فرمایا: اب میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان بھی کروں گا اور بعض کوائف بھی پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ستاسیواں سال ختم ہوا اور 31؍اکتوبر کو اٹھاسیواں سال شروع ہو چکا ہے اور اللہ کے فضل سے تحریک جدید کے مالی نظام میں 15.3 ملین پاؤنڈ کی جماعت کو مالی قربانی کی توفیق ملی، جو پچھلے سال سے آٹھ لاکھ بیالیس ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

جرمنی دنیا بھر کی جماعتوں میں نمایاں طور پر آگے ہے۔ اسکے بعد برطانیہ ہے پھر امریکہ ہے نمبر تین پہ نمبر چار پہ کینیڈا نمبر پانچ پہ مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے نمبر چھ پہ بھارت ہے نمبر سات پہ آسٹریلیا نمبر آٹھ پہ انڈونیشیا نمبر نو پہ گھانا نمبر دس پہ پھر ایک جماعت مڈل ایسٹ کی۔

انڈیا کی پہلی دس جماعتیں اس طرح ہیں قادیان نمبر ایک پہ ہے پھر کوئمبٹور ہے پھر حیدر آباد ہے پھر کرولائی ہے پھر پتھہ پریم، کولکاتہ، بنگلور، کیرنگ، کالیکٹ، میلا پالم۔

اور قربانی کے لحاظ سے جو صوبہ جات ہیں ان میں کیرالہ نمبر ایک پہ ہے پھر تامل ناڈو پھر جموں کشمیر پھر کرناٹک، تلنگانہ، اڈیشہ، پنجاب، بنگال، دہلی، لکش دیپ۔

اللہ تعالیٰ تمام قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad